بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

جلد ۵۳

شمارہ ۶

جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ / مارچ ۲۰۱۸ء

نگران

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

مدیر مسئول

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

مجلس ادارت

مولانا محمود اشرف عثمانی ــــ مولانا راحت علی ہاشمی

زیر انتظام ــــ فرحان صدیقی

ترتیب

فی شمارہ .... -/۳۵ روپے
سالانہ زرِ تعاون .... -/۴۰۰ روپے
بذریعہ رجسٹری .... -/۵۵۰ روپے

سالانہ زرِ تعاون
بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور
یورپی ممالک .... ۳۵ ڈالر
سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب
امارات .... ۲۷ ڈالر
ایران، بنگلہ دیش .... ۲۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ "البلاغ" جامعہ دارالعلوم کراچی
کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی ۷۵۱۸۰
فون نمبر:- 021-35123222
021-35123434

بینک اکاونٹ نمبر

9928-0100569829
میزان بینک لمیٹڈ
کورنگی دارالعلوم برانچ کراچی
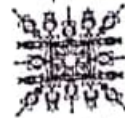
Email Address:
monthlyalbalagh@gmail.com
www.darululoomkarachi.edu.pk

پبلشر:- محمد تقی عثمانی
پرنٹر:- القادر پرنٹنگ پریس کراچی

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

معاشرے کا تحفظ شرعی احکام پر عمل کرنے میں ہے

حمد و ستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانہ عالم کو وجود بخشا
اور
درود و سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

پچھلے دو تین ماہ کے دوران ملک کے مختلف علاقوں میں بچیوں کے ساتھ زیادتی اور قتل کے متعدد شرمناک واقعات سامنے آئے ہیں، ان پر جگہ جگہ احتجاج بھی ہوا ہے اور مجرمان کے خلاف انتظامی مشنری کے علاوہ عدالتوں نے بھی مناسب قدم اٹھایا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس طرح کے افسوسناک وشرمناک واقعات کیوں پیش آتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ اس کی اصل وجہ شرعی احکام اور دینی تعلیمات کو نظر انداز کرنا اور ماحول کو اخلاق باختگی کی راہ پر ڈالنا ہے۔ نائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، دامت برکاتہم، نے اپنے ایک خطاب میں بگاڑ کے محرکات کی طرف توجہ دلائی ہے، موجودہ حالات وواقعات کے تناظر میں یہ چشم کشا خطاب نذر قارئین ہے۔۔۔۔۔۔۔۔(ادارہ)

تمہید

خطبہ مسنونہ اور سورۃ المومنون کی ابتدائی آٹھ آیتوں کی تلاوت کے بعد فرمایا:

بزرگان محترم و برادران عزیز! اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مؤمنوں کی صفات بیان فرمائی ہیں اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو مؤمن ان صفات کے حامل ہوں گے ان کو دنیا و آخرت کی فلاح نصیب ہوگی۔ ان میں

سے ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ جو مؤمن اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، شرمگاہوں کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ وہ پاک دامنی اختیار کرتے ہیں اور عفت وعصمت اختیار کرتے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشات اور جنسی خواہشات کو صرف جائز حد تک محدود رکھتے ہیں، جائز حد کا مطلب یہ ہے کہ نکاح کے ذریعہ میاں بیوی کے درمیان جو تعلقات قائم ہوتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ نے حلال کردیئے ہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ جو لوگ اس نکاح کے رشتے سے باہر اپنی جنسی خواہشات کی تسکین کرنا چاہتے ہیں، وہ حد سے گزرنے والے ہیں اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں، کیونکہ اس کا انجام دنیا میں بھی خراب ہے اور آخرت میں بھی خراب ہے۔

پہلا حکم: آنکھ کی حفاظت

یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ شریعت نے ہمیں جہاں پاکدامنی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے کہ اپنی جنسی خواہشات کو جائز حد کے اندر محدود رکھیں، اس سے باہر نہ نکلیں، اس مقصد کے لئے شریعت نے بہت سے ایسے احکام دیئے ہیں۔ جن کے ذریعہ ایک پاکدامن معاشرہ وجود میں آسکے، اس پاکدامن معاشرے کو وجود میں لانے کے لئے آنکھ کی حفاظت کی ضرورت ہے، اس کے لئے کان کی حفاظت کی ضرورت ہے، اور اس کے لئے ایسا ماحول پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ جس میں یہ سفلی اور ناپاک جذبات یا تو پرورش ہی نہ پائیں یا اگر پرورش پائیں تو پھر ان کو ناجائز تسکین کا راستہ نہ ملے۔ ان میں سے ایک حکم "آنکھ کی حفاظت" ہے شریعت نے آنکھ پر یہ پابندی لگائی ہے کہ وہ کسی نامحرم کو لذت لینے کی غرض سے نہ دیکھے۔

دوسرا حکم: خواتین کا پردہ

پاکیزہ معاشرہ وجود میں لانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوسرا حکم خواتین کے پردے کا عطا فرمایا ہے، اوّلاً تو خواتین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (سورۃ الاحزاب، آیت ۳۳)

یہ خطاب ازواج مطہرات اور امہات المؤمنین کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریکہائے زندگی کو ہو رہا ہے، ان سے یہ فرمایا جا رہا ہے کہ تم اپنے گھر میں قرار سے رہو، اور اس طرح بناؤ سنگھار کرکے باہر نہ نکلو جس طرح زمانہ جاہلیت میں عورتوں کا طریقہ تھا۔ زمانہ جاہلیت میں پردہ کا کوئی تصور نہیں تھا، اور خواتین زیب وزینت کرکے گھر سے باہر نکلتیں اور لوگوں کو بدکاری پر آمادہ کرتیں، قرآن کریم ازواج مطہرات کو خطاب

کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ آپ لوگ گھروں سے باہر نہ نکلیں۔

خواتین گھروں میں رہیں

لہٰذا خواتین کے لئے اصل حکم یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں اور گھروں کو سنبھالیں، بلاضرورت عورت کا گھر سے باہر نکلنا پسندیدہ نہیں، کیونکہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی عورت بلاضرورت گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے، اس لئے اصل حکم یہ ہے کہ خواتین حتی الامکان گھروں میں رہیں، اور اگر کسی ضرورت سے گھر سے نکلیں تو اس طرح بناؤ سنگھار کرکے نہ نکلیں جیسا کہ جاہلیت کی عورتوں کا طریقہ تھا۔

آج کل کا پروپیگنڈہ

یہاں دو باتیں ذرا سمجھنے کی ہیں اور آج کل کے ماحول میں خاص طور پر اس لئے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آج کل پروپیگنڈے کا ایک طوفان امڈ رہا ہے اور یہ پروپیگنڈہ غیر مسلموں کی طرف سے تھا، اب نام نہاد مسلمانوں کی طرف سے بھی ہے، وہ پروپیگنڈہ یہ ہے کہ اسلام نے اور ان مولویوں نے عورت کو گھر کی چاردیواری میں مقید کر دیا ہے اور اس کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔

آج پروپیگنڈے کی دنیا ہے

آج کی دنیا پروپیگنڈے کی دنیا ہے۔ جس میں بد سے بدترین جھوٹ کو پروپیگنڈے کی طاقت سے لوگوں کے دلوں میں اس طرح بٹھا دیا جاتا ہے جیسے کہ یہ پکی اور سچی حقیقت ہے۔ جرمنی کا مشہور سیاست دان گزرا ہے جس کا نام تھا "گوئیرنگ" اس کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ دنیا میں جھوٹ اتنی شدت کے ساتھ پھیلاؤ کہ لوگ اس کو سچ سمجھنے لگیں، یہی اس کا فلسفہ ہے۔ آج چاروں طرف اسی فلسفہ پر عمل ہو رہا ہے۔

یہ اصولی ہدایت ہے

چنانچہ آج یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ یہ اکیسویں صدی ہے۔ اس میں عورتوں کو گھر کی چاردیواری میں مقید کر دینا پرلے درجے کی دقیانوسیت اور رجعت پسندی ہے، اور زمانہ کی ترقی کے ساتھ قدم ملا کر چلنے والی بات نہیں ہے۔ غور سے یہ بات سن لیں کہ قرآن کریم عورتوں سے یہ جو کہہ رہا ہے کہ تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو، یہ ایک بڑی اصولی ہدایت ہے جو اللہ جل شانہ نے عطا فرمائی ہے۔

مرد اور عورت دو الگ الگ صنفیں

یہ اصولی ہدایت اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو صنفیں پیدا فرمائی ہیں ایک مرد اور ایک عورت، دونوں مختلف صنفیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کی تخلیق مختلف طریقے سے کی ہے، مرد کی جسمانی ساخت کچھ اور ہے، عورت کی صلاحیتیں کچھ اور ہیں، مرد کے دل میں پیدا ہونے والے افکار کچھ اور ہیں، عورت کے دل میں پیدا ہونے والے افکار کچھ اور ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے اندر یہ اختلاف اس لئے رکھا ہے کہ دونوں کا وظیفہ زندگی الگ الگ ہے لیکن آج "مساوات مرد وزن" کا نعرہ لگایا جاتا ہے کہ جو کام مرد کرے، وہ کام عورت بھی کرے، یہ مساوات کا نعرہ درحقیقت فطرت سے بغاوت ہے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں صنفوں میں اس لئے اختلاف رکھا ہے کہ دونوں کا وظیفۂ زندگی بھی مختلف ہے، دونوں کا دائرہ کار بھی مختلف ہے۔

ذمہ داریاں الگ الگ ہیں

دیکھئے انسان کو اپنی زندگی گزارنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، ایک گھر کے باہر کی ذمہ داری کہ وہ گھر سے باہر اپنی روزی کمانے کا کام انجام دے، تجارت کرے، زراعت کرے، ملازمت کرے، مزدوری کرے، اور اس کے ذریعہ پیسے کمائے ، اور اپنے لئے روزی کا سامان مہیا کرے ۔ ایک ضرورت یہ ہے، دوسری گھر کے اندر کی ذمہ داری اس کے گھر کا نظام صحیح ہو، اور گھر کے نظام کے اندر اگر بچے ہیں تو ان کی تربیت درست ہو، گھر کی صفائی ستھرائی ٹھیک ہو، اور گھر کے اندر چین وسکون کی زندگی گزاریں، اور گھر کے اندر کھانے پینے کا بندوست ہو ۔ لہٰذا گھر کے باہر کی ذمہ داریاں بھی ہیں، اور گھر کے اندر کی بھی ذمہ داریاں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم کار

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو فطری نظام بنایا تھا اس پر ہزار ہا سالوں سے عمل ہوتا چلا آرہا تھا، بلا قید مذہب وملت ، دنیا کی ہر قوم، ہر مذہب اور ہر ملت میں یہی طریقہ کار رائج تھا کہ مرد گھر کے باہر کی ذمہ داریاں پوری کرے گا ۔ اور عورت گھر کے اندر کا انتظام کرے گی ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ، رضی اللہ عنھا، کا نکاح حضرت علی، رضی اللہ عنہ، سے کیا تو ان کے درمیان بھی یہی تقسیم کار فرمائی کہ حضرت علی، رضی اللہ عنہ، سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا کام کمانا ہے، جاؤ، باہر جا کر کماؤ اور حضرت فاطمہ، رضی اللہ عنہا، سے فرمایا کہ تم گھر کے اندر رہ کر گھر کی ذمہ داریاں سنبھالو ۔ یہ فطری تقسیم ان

دونوں کے درمیان فرمائی جو ہزاروں سال سے چلی آرہی تھی۔

صنعتی انقلاب کے بعد دو مسئلے

سولہویں صدی عیسوی کے بعد جب یورپ میں صنعتی انقلاب آیا اور تجارت کا میدان وسیع ہوا تو ایک مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ مرد کو پیسے کمانے کے لئے لمبے لمبے عرصے تک اپنے گھروں سے باہر رہنا پڑتا تھا، سفروں پر رہنا پڑتا تھا، جس کی وجہ سے وہ اپنی بیوی سے دور رہتا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہوا کہ صنعتی انقلاب کے نتیجے میں زندگی گراں ہوگئی۔ جس کی وجہ سے مرد کو یہ بات گراں معلوم ہوئی کہ میں اپنی بیوی کا خرچہ بھی اٹھاؤں۔ ان دو مسئلوں کا حل یورپ کے مرد نے یہ تلاش کیا کہ اس عورت سے کہا کہ تمہیں خوامخواہ ہزاروں سال سے گھر کے اندر قید رکھا ہوا ہے، لہٰذا تم بھی گھر سے باہر نکلو اور مردوں کے شانہ بشانہ کام کرو، اور دنیا کی جتنی ترقیاں ہیں وہ سب تم حاصل کرو۔ اس کے ذریعہ یورپ کے مرد کا اصل مقصد یہ تھا کہ عورت کے اخراجات کی جو ذمہ داری مرد کے کندھے پر تھی، وہ ذمہ داری عورت ہی کے کندھے پر ڈال دے۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ جب عورت بازار میں اور سڑکوں پر آجائے گی تو پھر اس کو بہلا پھسلا کر اپنا مطلب پورا کرنے کی پوری گنجائش ہر جگہ میسر ہوگی۔

آج عورت قدم قدم پر موجود

لہٰذا اب یورپ میں یہ قصہ ختم ہوگیا کہ بیوی اکیلی گھر میں بیٹھی ہے اور مرد کو لمبے لمبے سفر پر جانا ہے، اور وہ اتنے لمبے عرصہ تک اس بیوی کے قرب سے لطف اندوز نہیں ہو سکے گا، یہ بات ختم ہو چکی، اب تو قدم قدم پر عورت موجود ہے، دفتروں میں عورت موجود، بازاروں میں عورت موجود، ریلوں میں عورت موجود، جہازوں میں عورت موجود اور ساتھ میں یہ قانون بھی بنا دیا گیا کہ اگر دو مرد و عورت آپس میں رضامندی سے جنسی تسکین کرنا چاہیں تو ان پر کوئی رکاوٹ عائد نہیں ہے۔ نہ قانون کی رکاوٹ ہے نہ اخلاقی رکاوٹ ہے۔ اب عورت ہر جگہ موجود ہے، اور اس سے فائدہ اٹھانے کے راستے چوپٹ کھلے ہوئے ہیں، اور مرد کے سر پر عورت کی کوئی ذمہ داری بھی نہیں ہے، بلکہ عورت سے یہ کہدیا گیا کہ تم ہی کماؤ بھی اور قدم قدم پر ہمارے لئے لذت حاصل کرنے کے اسباب بھی مہیا کرو۔

مغرب میں عورت کی آزادی کا نتیجہ

عورت کے ساتھ یہ فراڈ کھیلا گیا اور اس کو دھوکہ دیا گیا، اور اس کا نام "تحریک آزادی نسواں" رکھا گیا،

یعنی عورتوں کی آزادی کی تحریک، اس فراڈ کے ذریعہ عورت کو گھر سے باہر نکال دیا، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صبح اٹھ کر شوہر صاحب اپنے کام پر چلے گئے اور بیوی صاحبہ اپنے کام پر چلی گئیں اور گھر میں تالا ڈال دیا۔ اور اگر بچہ پیدا ہوا ہو تو اس کو کسی چائلڈ کیئر کے سپرد کر دیا گیا، جہاں پر اس کو انائیں تربیت دیتی رہیں، باپ کی شفقت اور ماں کی مامتا سے محروم وہ بچہ چائلڈ کیئر میں پرورش پا رہا ہے، جو بچہ ماں باپ کی شفقت اور محبت سے محروم ہو کر دوسروں کے ہاتھوں میں پلے گا، اس کے دل میں ماں، باپ کی کیا عظمت ہوگی اور کیا محبت ہوگی۔

بوڑھا باپ "اولڈ ایج ہوم" میں

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب باپ بوڑھے ہوتے ہیں تو بیٹے صاحب ان کو لے جا کر "اولڈ ایج ہوم" میں داخل فرما دیتے ہیں کہ تم نے ہماری پیدائش کے بعد ہمیں "چائلڈ کیئر" کے حوالے کر دیا تھا، اب ہم تمہیں تمہارے بڑھاپے میں "اولڈ ایج ہوم" کے حوالے کر دیتے ہیں۔ ایک "اولڈ ایج ہوم" کے نگران نے مجھے بتایا کہ ایک بوڑھے صاحب ہمارے "اولڈ ایج ہوم" میں تھے، جب ان کا انتقال ہو گیا تو میں نے ان کے بیٹے کو ٹیلیفون کیا کہ آپ کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، آپ آ کر ان کی تجہیز و تکفین کر دیجئے۔ بیٹے نے جواب دیا کہ مجھے بڑا افسوس ہوا کہ میرے باپ کا انتقال ہو گیا، لیکن مشکل یہ ہے کہ آج مجھے بہت ضروری کام درپیش ہے، لہٰذا میں نہیں آ سکتا، آپ براہ کرم ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کر دیں، اور جو پیسے خرچ ہوں، اس کا بل میرے پاس بھیج دیجئے۔

مغربی عورت ایک بکاؤ مال

آج مغرب کا یہ حال ہے کہ وہاں خاندانی نظام تباہ ہو چکا ہے، ماں باپ کے رشتوں کی جو مٹھاس تھی وہ فنا ہو چکی، بھائی بہن کے تعلقات ملیامیٹ ہو چکے، ایک طرف تو خاندانی نظام تباہ ہو چکا اور دوسری طرف وہ عورت ایک کھلونا بن گئی، چاروں طرف اس کی تصویر دکھا کر اس کے ایک ایک عضو کو برسر بازار برہنہ کر کے اس کے ذریعہ تجارت چمکائی جا رہی ہے۔ اس کے ذریعہ پیسے کمانے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

عورت کو دھوکہ دیا گیا

اس عورت سے یہ کہا گیا تھا کہ تمہیں گھروں کے اندر قید کر دیا گیا ہے۔ تمہیں باہر اس لئے نکالا جا رہا ہے تاکہ تم ترقی کرو، تم سربراہ مملکت بن جانا، تم وزیر بن جانا، تم فلاں فلاں بڑے عہدوں پر پہنچ جانا، آج

امریکہ کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے کہ پوری تاریخ میں کتنی عورتیں امریکہ کی صدر بنیں؟ یا سربراہ بنیں، لیکن ان دو چار عورتوں کی خاطر لاکھوں عورتوں کو سڑکوں پر گھسیٹ لیا گیا۔ آج وہاں جا کر دیکھ لیجئے، دنیا کا ذلیل ترین کام عورت کے سپرد ہے۔ سڑکوں پر جھاڑو دے گی تو عورت دے گی، ہوٹلوں میں ویٹرس کا کام عورت کرے گی، بازاروں میں سیلز گرل کا کام عورت کریگی، ہوٹلوں میں بستروں کی چادر عورت تبدیل کرے گی، اور جہازوں میں کھانا عورت سرو کرے گی۔ وہ عورت جو اپنے گھر میں اپنے شوہر کو اپنے بچوں کو اور اپنے ماں باپ کو کھانا سرو کر رہی تھی، وہ اس کے لئے دقیانوسیت تھی، وہ رجعت پسندی تھی، وہ عورت کے لئے قید تھی، اور وہی عورت بازاروں کے اندر، ہوٹلوں کے اندر، ہوائی جہازوں کے اندر سینکڑوں انسانوں کو کھانا سرو کرتی ہے، اوران کی ہوس ناک نگاہوں کا نشانہ بنتی ہے تو یہ عزت ہے اور یہ آزادی ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

عورت پر ظلم کیا گیا

ایک طرف تو عورت کا یہ حشر کیا، دوسری طرف وہ لوگ جو آزادئ نسواں کے علمبردار کہلاتے ہیں انہوں نے عورت پر جو ظلم کیا ہے تاریخ انسانیت میں اس سے بڑا ظلم نہیں ہوا، آج اس کے ایک ایک عضو کو بیچا جارہا ہے، اوراس کی عزت اور تکریم کی دھجیاں بکھیری جارہی ہیں، اور پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم عورت کے وفادار ہیں، اور عورت کی آزادی کے علمبردار ہیں۔ اور جس نے عورت کے سر پر عفت وعصمت کا تاج رکھا تھا اوراس کے گلے میں احترام کے ہار ڈالے تھے، اس کے بارے میں یہ کہا جارہا ہے کہ انہوں نے عورت کو قید کردیا۔ عورت کی ذات ایسی ہے کہ جو چاہے اس کو بہکا دے، اور اپنا اُلو سیدھا کرلے، چنانچہ آج ہماری مسلمان خواتین نے بھی ان ہی کی لے میں لے ملانی شروع کردی۔

ہمارے معاشرے کا حال

آپ کو یاد ہوگا کہ کچھ دن پہلے ہمارے ملک کے ایک معروف رہنما نے یہ کہدیا تھا کہ "مردوں کو چاہئے کہ وہ عورتوں کے خرچ کا انتظام کریں، عورتوں کو بلاوجہ گھر سے باہر نکل کر اپنے معاش کا انتظام کرنا ٹھیک نہیں ہے" اس کے جواب میں جو خواتین ماڈرن کہلاتی ہیں اور اپنے آپ کو خواتین کے حقوق کی علمبردار کہتی

ہیں، انہوں نے ان صاحب کے خلاف ایک جلوس نکالا، اور یہ کہا کہ ان صاحب نے ہمارے خلاف یہ بات کہی ہے۔ اب دیکھئے کہ ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ آپ کو اپنے معاش کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، دوسرے لوگ آپ کے لئے یہ خدمت انجام دینے کو تیار ہیں۔ اس پر عورتوں کو خوش ہونا چاہئے، مگر جھوٹ کا یہ پروپیگنڈہ ساری دنیا میں عالمی طور پر پھیلایا گیا ہے، اس لئے خوش ہونے کے بجائے یہ کہا جارہا ہے کہ یہ صاحب خواتین کے حقوق تلف کرنا چاہتے ہیں، جلوس نکالنے والی وہ عورتیں ہیں جنہوں نے خواتین کے حقیقی مسائل سمجھنے کی زحمت ہی گوارہ نہیں کی۔ ان خواتین نے ایئر کنڈیشنز محلات میں پرورش پائی ہے۔ دیہات میں جو عورت بستی ہے اس کے کیا مسائل ہیں، اس کو کن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس سے کوئی تعرض نہیں کیا، کبھی ان کے مسائل کو جاننے کی کوشش نہیں کی۔ ان کے نزدیک صرف مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں یورپ اور امریکہ کے لوگ یہ کہدیں کہ "ہاں تم لوگ روشن خیال ہو" اور تم لوگ اکیسوی صدی کے ساتھ چلنے والے ہو، بس یہ مسئلہ ہے، ان کے نزدیک کوئی اور مسئلہ نہیں ہے۔

ایسی مساوات فطرت سے بغاوت ہے

بہر حال آج یہ پروپیگنڈہ ساری دنیا میں پھیلادیا گیا ہے کہ یہ مسلمان، یہ مولوی ملا لوگ عورتوں کو گھروں میں بند کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی کے دو مختلف دائرہ کار تجویز کئے ہیں، مرد کے لئے الگ، عورت کے لئے الگ، اس لئے مرد کی جسمانی ساخت اور ہے اور عورت کی جسمانی ساخت اور ہے۔ مرد کی صلاحیتیں اور ہیں، عورت کی صلاحیتیں اور ہیں۔ لہٰذا مساوات کا یہ نعرہ لگانا کہ عورت بھی وہی سب کام کرے جو کام مرد کرتا ہے تو یہ فطرت سے بغاوت ہے اور اس کے نتیجے میں خاندانی نظام تباہ ہو چکا ہے، اگر ہم اپنے معاشرے میں خاندانی نظام کو بچانا چاہتے ہیں تو اس کے لئے خواتین کو پردہ میں رکھنا ہوگا، اور مغرب کے پروپیگنڈہ کے اثرات کو اپنے معاشرے سے نکالنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے کو مغربی آفات سے محفوظ فرمائے اور چین وسکون کی زندگی ہم سب کو عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

{...... ایاتها ۱۲۰	سورة المائدة	...... رکوعاتها ۱۶ ......}

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝

بنو اسرائیل کے جو لوگ کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت بھیجی گئی تھی [1]۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی تھی، اور وہ حد سے گذر جایا کرتے تھے (۷۸) وہ جس بدی کا ارتکاب کرتے تھے، اس سے ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا طرزِ عمل نہایت بُرا تھا (۷۹) تم ان میں سے بہت سوں کو دیکھتے ہو کہ انہوں نے (بت پرست) کافروں کو اپنا دوست بنایا ہوا ہے [2]۔ یقیناً جو کچھ انہوں نے اپنے حق میں اپنے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت بُرا ہے، کیونکہ (ان کی وجہ سے) اللہ ان سے ناراض ہو گیا ہے، اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے (۸۰)

(۱) یعنی اس لعنت کا ذکر زبور میں بھی تھا جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، اور انجیل میں بھی تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اُتری تھی۔

(۲) یہ ان یہودیوں کی طرف اشارہ ہے جو مدینہ منورہ میں آباد تھے، اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ بھی کیا ہوا تھا، اس کے باوجود انہوں نے درپردہ مشرکین مکہ سے دوستیاں گانٹھی ہوئی تھیں، اور ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ بلکہ ان کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ان سے یہ تک کہہ دیتے تھے کہ ان کا مذہب مسلمانوں کے مذہب سے اچھا ہے۔

وَ لَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ۝ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۝

اگر یہ لوگ اللہ پر اور نبی پر اور جو کلام ان پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان رکھتے تو ان (بت پرستوں) کو دوست نہ بناتے، لیکن (بات یہ ہے کہ) ان میں زیادہ تعداد ان کی ہے جو نافرمان ہیں۔(۸۱) تم یہ بات ضرور محسوس کرلو گے کہ مسلمانوں سے سب سے سخت دُشمنی رکھنے والے ایک تو یہودی ہیں، اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو (کھل کر) شرک کرتے ہیں۔ اور تم یہ بات بھی ضرور محسوس کرلو گے کہ (غیر مسلموں میں) مسلمانوں سے دوستی میں قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نصرانی کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست اور عالم اور بہت سے تارک الدنیا درویش ہیں [1]، نیز یہ وجہ بھی ہے کہ وہ تکبر نہیں کرتے (۸۲)

(۱) مطلب یہ ہے کہ عیسائیوں میں چونکہ بہت سے لوگ دُنیا کی محبت سے خالی ہیں، اس لئے ان میں قبولِ حق کا مادّہ بھی زیادہ ہے، اور کم از کم انہیں مسلمانوں سے اتنی سخت دُشمنی نہیں ہے، کیونکہ دُنیا کی محبت وہ چیز ہے جو انسان کو حق کے قبول کرنے سے روکتی ہے۔ اس کے برعکس یہودیوں اور مشرکینِ مکہ پر دُنیا پرستی غالب ہے، اس لئے وہ سچے طالبِ حق کا طرزِ عمل اختیار نہیں کر پاتے۔ عیسائیوں کے نسبۃً نرم دِل ہونے کی دوسری وجہ قرآنِ کریم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ تکبر نہیں کرتے، کیونکہ انسان کی اَنا بھی اکثر حق کو قبول کرنے میں رُکاوٹ بن جاتی ہے۔ عیسائیوں کو جو مسلمانوں سے محبت میں قریب تر فرمایا گیا ہے اسی کا ایک اثر یہ تھا کہ جب مشرکینِ مکہ نے مسلمانوں پر ظلم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تو بہت سے مسلمانوں نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس پناہ لی اور نہ صرف نجاشی، بلکہ اس کی رعایا نے بھی ان کے ساتھ بڑے اعزاز و اکرام کا معاملہ کیا۔ بلکہ جب مشرکینِ مکہ نے اپنا ایک وفد نجاشی کے پاس بھیجا اور اس سے درخواست کی کہ جن مسلمانوں نے اس کے ملک میں پناہ لی ہے انہیں اپنے ملک سے نکال کر واپس مکہ مکرمہ بھیج دے، تاکہ مشرکین ان کو اپنے ظلم کا نشانہ بنا سکیں تو نجاشی نے مسلمانوں کو بلا کر ان سے ان کا موقف سنا اور مشرکینِ مکہ کا مطالبہ ماننے سے انکار کردیا، اور جو تحفے انہوں نے بھیجے تھے وہ بھی واپس کردیئے۔ لیکن یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ عیسائیوں کو جو مسلمانوں سے قریب تر کہا=

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۝ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ۝

اور جب یہ لوگ وہ کلام سنتے ہیں جو رسول پر نازل ہوا ہے تو چونکہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہوتا ہے، اس لئے تم ان کی آنکھوں کو دیکھو گے کہ وہ آنسوؤں سے بہہ رہی ہیں (۱)، (اور) وہ کہہ رہے ہیں کہ "اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے ہیں، لہٰذا گواہی دینے والوں کے ساتھ ہمارا نام بھی لکھ لیجئے (۸۳) اور ہم اللہ پر اور جو حق ہمارے پاس آگیا ہے اس پر آخر کیوں ایمان نہ لائیں، اور پھر یہ توقع بھی رکھیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں میں شمار کرے گا؟" (۸۴)

= گیا ہے، یہ ان عیسائیوں کی اکثریت کے اعتبار سے کہا گیا ہے جو اپنے مذہب پر عمل کرتے ہوئے دُنیا کی محبت سے دُور ہوں، اور ان میں تکبر نہ پایا جاتا ہو۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر زمانے کے عیسائیوں کا یہی حال ہے، چنانچہ تاریخ میں ایسی بھی بہت مثالیں ہیں جن میں عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ بدترین معاملہ کیا۔

(۱) جب مسلمانوں کو حبشہ سے نکالنے کا مطالبہ لے کر مشرکینِ مکہ کا وفد نجاشی کے پاس آیا تھا تو اس نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلا کر ان کا موقف سنا تھا۔ اس موقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت جعفر ابنِ ابی طالبؓ نے اس کے دربار میں بڑی مؤثر تقریر کی تھی جس سے نجاشی کے دِل میں مسلمانوں کی عظمت اور محبت بڑھ گئی، اور اسے اندازہ ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی آخری نبی ہیں جن کی پیشگوئی تورات اور انجیل میں دی گئی تھی۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو نجاشی نے اپنے علماء اور راہبوں کا ایک وفد آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے سورۂ یٰسٓ کی تلاوت فرمائی جسے سن کر ان لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے، اور انہوں نے کہا کہ یہ کلام اس کلام کے مشابہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا، چنانچہ یہ سب لوگ مسلمان ہوگئے، اور جب یہ واپس حبشہ گئے تو نجاشی نے بھی اسلام قبول کرنے کا اعلان کردیا۔ ان آیات میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے۔

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ۝۸۵ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۝۸۶

چنانچہ ان کے اس قول کی وجہ سے اللہ ان کو وہ باغات دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی نیکی کرنے والوں کا صلہ ہے (۸۵) اور جن لوگوں نے کفر اپنایا ہے اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، وہ دوزخ والے لوگ ہیں۔ (۸۶)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
نائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی

یادیں

(پانچویں قسط)

پاکستان کی طرف ہجرت

اسی دوران گھر میں یہ چرچا بار بار سننے میں آتا تھا کہ ہمیں پاکستان جانا چاہئے یا نہیں۔ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ اور اپنے استاذ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی، رحمۃ اللہ علیہما، کے ایماء پر تحریک قیام پاکستان میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی، رحمۃ اللہ علیہ، پاکستان تشریف لے جاچکے تھے، اور پاکستان کے قائداعظم محمد علی جناح صاحب نے پاکستان کا جھنڈا سب سے پہلے لہرانے کی انہی سے درخواست کی تھی۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت شیخ الاسلام، رحمۃ اللہ علیہ، کی پہلی جدوجہد یہ تھی کہ ملک کے لئے ایک اسلامی دستور تیار کیا جائے چنانچہ اس غرض کے لئے انہوں نے جناح صاحب مرحوم اور اُس وقت کے وزیر اعظم نوابزادہ لیاقت علی خان صاحب مرحوم کو آمادہ کیا کہ وہ دستور کی اسلامی بنیادیں طے کرنے کیلئے اُس وقت کے بڑے علماء سے مدد لیں، اور ابتدائی طور پر اس کے لئے میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی اور جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب، رحمۃ اللہ علیہم، کا انتخاب کیا گیا، اور ان حضرات کو پاکستان آنے کی دعوت دی گئی کہ وہ تین مہینے میں دستور کی اسلامی بنیادیں ایک رپورٹ کی شکل میں مرتب فرمائیں۔

حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے لئے مستقل طور پر دیوبند چھوڑ کر پاکستان جانا بہت سے مسائل کی وجہ سے نہایت مشکل تھا۔ اول تو دیوبند میں اُن کے مشاغل مختلف نوعیتوں کے تھے جنہیں چھوڑنا آسان نہیں تھا، دوسرے ہماری دادی صاحبہ، رحمۃ اللہ علیہا، انہی کے ساتھ رہتی تھیں۔ اُنہیں دیوبند میں تنہا چھوڑنا بھی

مشکل تھا، اور ساتھ لے جانا بھی مشکل، کیونکہ وہ بہت عمر رسیدہ تھیں، اور امن وامان کے لحاظ سے یہ وقت بڑا مخدوش تھا، نیز دو شادی شدہ بیٹیاں ایسی تھیں کہ اُنہیں ساتھ لے جانا اس وقت ممکن نہیں تھا، اور اُس دور میں اولاد کے کسی دوسرے ملک میں رہنے کا تصور بڑا تکلیف دہ ہوتا تھا۔ تیسرے دارالعلوم سے مستعفی ہونے کے بعد گھریلو اخراجات کیلئے آمدنی کا واحد ذریعہ تجارتی کتب خانہ دارالاشاعت تھا، اور اُسے اُن فساد زدہ حالات میں پاکستان منتقل کرنا کارے دارد ۔ چوتھے اُس وقت ملک کے مختلف حصوں میں ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا تھا، اور پاکستان جانے والے مہاجرین کو قدم قدم پر آگ اور خون کی ندیاں عبور کرنی پڑتی تھیں۔ پانچویں پاکستان میں آمدنی کا کوئی مستقل ذریعہ نہیں تھا۔ اس لئے کافی دن خاندان میں یہ مسئلہ زیر بحث رہا کہ پاکستان جانا مناسب ہے یا نہیں؟ حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ، جو پاکستان بننے سے پہلے دہلی سیکریٹریٹ کی مسجد میں خطیب تھے، حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً ساتھ ساتھ پاکستان چلے گئے تھے۔ علامہ عثمانی، رحمۃ اللہ علیہ، نے اُن کو، حضرت والد صاحبؒ کو دعوت دینے کیلئے دیوبند بھیجا۔ خاندان کے بہت سے رشتہ داروں کی رائے مذکورہ بالا حالات کی وجہ سے اس کے خلاف تھی، لیکن حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے آخر یہی فیصلہ کیا کہ جس پاکستان کے بنانے میں اپنی جدوجہد اب تک صرف کی ہے، اُس کی صحیح بنیادوں پر تعمیر وترقی کے اہم کام میں بھی اپنا حصہ ڈالنا ضروری ہے۔

یہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کا ایک مشکل فیصلہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُنہیں غیر معمولی حوصلہ عطا فرمایا تھا، اس لئے انہوں نے تمام مسائل کو نظر انداز فرما کر اپنے گھر والوں سے فرما دیا کہ وہ ہجرت کی تیاری کریں۔ مجھے اپنے بچپن کی وجہ سے مسائل کا تو کچھ علم نہیں تھا، لیکن میں گھر کی مجموعی فضا پر خوشی اور غم کے ملے جُلے جذبات کا اندازہ کر سکتا تھا، حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے اب تک اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اپنے جدّی مکان کے ایک چھوٹے سے کمرے میں گذارا تھا، اور اب چند سال پہلے ہی اُنہوں نے وہ مکان بڑے شوق وذوق سے تعمیر کروایا تھا جس میں وہ اب مقیم تھے۔ دوسری طرف اُنہیں باغبانی کا بھی شوق تھا، جس کے لئے انہوں نے جی ٹی روڈ کے قریب ایک باغ لگایا تھا، اور جب کبھی اُنہیں اپنی علمی مشغولیات سے کچھ فرصت ملتی، وہ عموماً عصر کے بعد اس باغ میں تشریف لے جاتے۔ کئی مرتبہ میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تھا۔ اس باغ

میں انہوں نے خاص طور پر آم کے پودے لگائے ہوئے تھے، اور اُس سال اُن پر پہلا پھل آ رہا تھا۔ وہاں اُنہوں نے ایک کمرہ بھی بنوادیا تھا جہاں کبھی کبھی تمام گھر والے جمع ہوکر باغ کی شاداب فضا سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ ان تمام چیزوں کو ایک دم سے چھوڑ کر چلے جانا یقیناً بہت صبر آزما تھا، کیونکہ یہ یقین تھا کہ چھوڑ کر جانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ ساری جائیدادیں حکومت کی تحویل میں چلی جائیں۔ لیکن حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے جب چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا، تو فرمایا کرتے تھے کہ "جس دن میں نے گھر اور باغ سے قدم نکالا، یہ ساری جائیدادیں میرے دل سے نکل گئیں"۔ حقیقت یہ ہے کہ زہد کی یہ تفسیر جو بعد میں کتابوں میں پڑھی، اور بزرگوں سے سُنی کہ انسان دنیا کے مال و دولت سے دل نہ لگائے، اور مال ہو، مگر اُس کی محبت دل میں بسی ہوئی نہ ہو، اُس کا جیتا جاگتا نمونہ ہم نے اپنے والد ماجد کی زندگی میں ہر مرحلے پر دیکھا۔ رحمه اللہ تعالی رحمةً واسعة۔

والد صاحبؒ نے اُس وقت یہ طے فرمایا تھا کہ اُن کی صرف غیر شادی شدہ اولاد اُن کے ساتھ جائے گی اور شادی شدہ اولاد فی الحال دیوبند ہی میں رہے گی۔ ہماری دو بڑی شادی شدہ بہنوں اور بھائی جان یعنی جناب محمد زکی کیفی، رحمۃ اللہ علیہ، کو اس قرارداد کے مطابق دیوبند ہی میں رہنا تھا۔ چنانچہ اسی قرارداد کے مطابق تیاری شروع کردی گئی، اور آخرکار یکم مئی ۱۹۴۸ء کا وہ دن آگیا جس کی رات کو دیوبند سے روانہ ہونا تھا۔ مجھے یہ یاد ہے کہ اُس دن دوپہر کے وقت خاندان کی بہت سی خواتین ہمارے گھر کی بیٹھک میں جمع تھیں، اور ہماری دو بہنیں جو ساتھ جانے والی تھیں، اور جن کے بارے میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ وہ شعر بھی کہا کرتی تھیں، انہوں نے اس موقع پر وطن سے خطاب کرتے ہوئے ایک نظم کہی تھی۔ اس نظم کے یہ دو مصرعے مجھے اُسی وقت سے یاد ہیں:

سلام تجھ پہ کہ اب دور جارہے ہیں ہم
لے آج آخری آنسو بہارہے ہیں ہم

میری وہ بہنیں سب خواتین کو وہ اپنی نظم سُنارہی تھیں، اور سب کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ اُسی رات کو ہم دیوبند کے اسٹیشن سے ریل میں سوار ہوئے، اور پہلی منزل دہلی تھی جہاں پروگرام کے

مطابق ہمیں ایک دن قیام کرنا تھا۔ دہلی سیکریٹریٹ میں ایک افسر حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے استقبال کیلئے دہلی اسٹیشن آئے ہوئے تھے، اور اُنہی کے گھر پر قیام ہونا تھا۔ وہ ایک سیاہ رنگ کی آسٹن کار لے کر آئے تھے۔ جہاں تک یاد ہے، میرے لئے کسی کار کو دیکھنے اور اُس میں سوار ہونے کا یہ پہلا موقع تھا اور مجھے اس اعزاز کی خوشی ابتک اس طرح یاد ہے کہ کار میں پھیلی ہوئی خوشبو ابتک میری یاد میں بسی ہوئی ہے۔

ایک دن دہلی میں کس طرح گذرا؟ مجھے اب یاد نہیں، لیکن یہ یاد ہے کہ اگلے دن ہم دہلی کے ریلوے اسٹیشن کے اُس پلیٹ فارم سے ریل میں دوبارہ سوار ہوئے جو مرکزی پلیٹ فارم سے الگ تھا (کیونکہ یہ اُس چھوٹی لائن پر چلنے والی گاڑیوں کا پلیٹ فارم تھا جو راجستھان کی طرف جاتی تھیں) ہمارے بڑے بھائی جان کے بارے میں اگرچہ یہ طے ہوا تھا کہ وہ ابھی پاکستان نہیں جائیں گے، لیکن وہ ہمیں پہنچانے کے لئے دہلی تک ساتھ آئے تھے۔ اور مجھے وہ منظر یاد ہے کہ وہ پلیٹ فارم پر اکیلے کھڑے تھے، اور ہماری ریل دھیرے دھیرے پلیٹ فارم چھوڑ رہی تھی۔ پلیٹ فارم کے ساتھ ہی لال قلعے کے برج نظر آتے تھے، اس لئے پاکستان پہنچنے کے بعد بھی جب کبھی میں بھائی جان کا تصور کرتا، تو وہ اُسی طرح پلیٹ فارم پر کھڑے نظر آتے اور ان کے پس منظر میں لال قلعہ!

جو بچہ عمر کے پانچویں سال میں ہو، ظاہر ہے کہ اُسے وطن چھوڑنے، نیا ملک بننے اور اس کی طرف مستقل ہجرت کرنے کے مضمرات کا کیا اندازہ ہوسکتا تھا؟ اس لئے میں ان تمام مسائل سے بے نیاز صرف اتنا جانتا تھا کہ والدین اور بہن بھائیوں کے ساتھ ریل کا لمبا سفر ہے، چنانچہ میں چھک چھک کرتی ریل کی کھڑکی سے چمٹا رہتا، اور ہر نئے اسٹیشن کی چہل پہل سے مزہ لیتا۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کسی اسٹیشن سے روانہ ہوتے وقت ریل کا دھواں چھوڑتا ہوا انجن تین مرتبہ سیٹیاں بجاتا ہے، اور تیسری سیٹی پر ریل روانہ ہوجاتی ہے۔ چنانچہ میرے دو بڑے بھائی جب سیٹی کی آواز سنتے، یا گارڈ کی سبز جھنڈی دیکھ لیتے، تو مجھ سے کہتے: "ریل کو چلوادیں؟" میں اثبات میں سر ہلاتا، تو وہ ریل کی ایک دیوار پر ہاتھ سے زور دیتے، اور ریل چلنے لگتی، اور میں حیران رہ جاتا کہ وہ اس ڈبے میں بیٹھ کر کس طرح ریل کو کنٹرول کررہے ہیں۔ اُسی سفر کی یہ بات بھی مجھے یاد ہے کہ میں کھڑکی کے پاس بیٹھا ایک روٹی ہاتھ میں لئے ریل کے اسٹیشن چھوڑنے کا منظر دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک چیل آئی، اور میرے ہاتھ سے روٹی چھین کر لے گئی۔

دہلی سے ہم راجستھان کے شہر جودھپور پہنچے، اور ایک رات وہاں گذاری۔ وہاں کی صرف اتنی بات مجھے یاد ہے کہ جس گھر میں ہمارا قیام ہوا، وہ ریلوے لائن کے بالکل ساتھ تھا، اور اُس کے سامنے سے ایک بدبودار مال گاڑی گذرتی نظر آئی تھی، جو غالباً کوڑے کرکٹ اور غلاظت کو کہیں دور پھینکنے کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ وہاں سے روانہ ہوئے، تو ایک اسٹیشن باڑھ میل کا تھا، جہاں ہماری دو بہنوں کا ایک بکس جس میں ان کے کپڑے تھے، کسی طرح گم ہوگیا تھا جس کی تلاش میں کافی پریشانی رہی۔ اُس کے بعد وہ اسٹیشن آیا جس کے بعد پاکستان شروع ہوتا تھا۔ یہاں کسٹم ہوتا تھا، اور ہندوستان کے کسٹم آفیسر مہاجرین کے سامان کی بڑی سخت چیکنگ کررہے تھے اور خاص طور پر بغیر سلے کپڑوں کو لیجانے نہیں دے رہے تھے۔ شاید مقصد یہ تھا کہ انہوں نے پاکستان کی مخالفت میں "بھوکا ننگا پاکستان" کا جو نعرہ لگایا تھا، اُس کو حقیقت بنا کر مہاجرین کو دکھا سکیں کہ جو ملک تم نے مانگا تھا، وہاں تمہیں پہننے کے کپڑے تک میسر نہیں آئیں گے۔ ہمارے سامان میں ایک سلائی کی مشین بھی تھی وہ بھی انڈین کسٹم نے ضبط کرلی، اور کسٹم کی انتہائی تکلیف دہ کارروائی کے بعد ریل روانہ ہوئی، اور کچھ ہی دیر کے بعد پاکستان کی سرحد میں داخل ہوگئی۔ ہماری اگلی منزل حیدرآباد سندھ تھی، اور وہاں بھی ہم نے ایک رات گذاری۔ وہاں اُس وقت کی صرف اتنی بات مجھے یاد ہے کہ وہاں تقریباً تمام مکانوں کی چھتوں پر ترچھے بنے ہوئے ہوادان نظر آتے تھے جو ہم یوپی کے رہنے والوں کے لئے ایک عجوبہ تھا۔

حیدرآباد میں قیام کے بعد ہم آخرکار ۶ رمئی ۱۹۴۸ء کو کراچی کے سٹی ریلوے اسٹیشن پر پہنچے۔ یہاں حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ اور حضرت والد ماجدؒ کے دوست خلیفہ محمد عاقل صاحب (رحمۃ اللہ علیہم) استقبال کے لئے موجود تھے۔ چونکہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، حکومت کی دعوت پر تشریف لائے تھے، اس لئے حکومت کی طرف سے صدر کے علاقے میں وکٹوریہ روڈ کی ایک بلڈنگ " کنگس کورٹ " کی تیسری منزل پر ایک فلیٹ میں قیام کا انتظام کیا گیا تھا۔ کچھ دن ہم سب یہاں فرش پر سوتے رہے، اور کچھ عرصے کے بعد چارپائیوں کا انتظام کیا گیا۔ یہ ایک خوبصورت فلیٹ تھا جس کی کھڑکیاں اُس وکٹوریہ روڈ پر کھلتی تھیں جسے اب عبداللہ ہارون روڈ کہا جاتا ہے، اور آج وہاں ٹریفک اور دورویہ دوکانوں کی جو گہما گہمی نظر آتی ہے، اس کی موجودگی میں ۱۹۴۸ء کے وکٹوریہ روڈ کا تصور مشکل ہی سے کیا جاسکتا ہے جس کی صفائی ستھرائی اور پُرسکون ماحول کی وجہ سے وہ شہر کی خوبصورت ترین سڑک تھی۔ اس کی دائیں جانب شہر کی مرکزی شاہراہ

بندر روڈ واقع تھی، جسے اب قائد اعظم روڈ کہا جاتا ہے، اور وہیں ٹراموں کا مرکزی اڈہ تھا جسے ٹرام گودی کہا جاتا تھا۔ بائیں طرف صدر کا بارونق بازار تھا۔ اُس زمانے میں کراچی کی اہم سڑکوں کی روزانہ باقاعدہ دھلائی ہوا کرتی تھی۔ ہم دیوبند کے دیہاتی ماحول سے اُٹھ کر آنے والوں کیلئے اس میں دلچسپیوں کے بہت سے سامان تھے۔ اسی سڑک سے گورنر جنرل، وزیر اعظم اور باہر کے مہمان سربراہان حکومت گذرا کرتے تھے۔

" کنگسب کورٹ " نامی یہ بلڈنگ جو اب بھی اسی نام سے موجود ہے، ایک چار منزلہ رہائشی عمارت تھی، اور اپنے مکینوں کے لحاظ سے اس کو ایک " کثیر ثقافتی (multicultural)" عمارت کہا جاسکتا تھا۔ ہم تیسری منزل پر مقیم تھے، ہم سے اوپر چوتھی منزل پر سندھ کے ایک معروف صنعت کار جناب محمد لائق لاکھو صاحب مرحوم رہا کرتے تھے، جو ایک وضع دار سندھی ثقافت کے نمائندے تھے، " لاکھو " سندھ کی ایک معزز برادری کا نام ہے، لیکن اُس وقت اُنہیں آس پاس کے لوگ "لاکھا صاحب" کہا کرتے تھے، اور میرے بچپن کے ذہن نے اس کا مطلب یہ سمجھا تھا کہ یہ لکھ پتی آدمی ہیں، اس لئے انہیں لاکھا کہا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ ہمارا بالکل خاندانی جیسا تعلق ہوگیا تھا۔ لاکھو صاحب کی اہلیہ ہم سب بھائیوں سے بہت محبت کرتی، اور ہمارے ساتھ بڑی بہن جیسا سلوک کرتی تھیں۔ ان کے بیٹے غلام بشیر صاحب مرحوم ہمارے بھائی جیسے تھے۔ میری عمر تقریباً پانچ سال کی تھی، اور میں ان کے گھر بے تکلف چلا جایا کرتا تھا۔ لاکھو صاحب کی اہلیہ سندھ کے روایتی طریقے سے سیدھے توے پر گھی والی روٹیاں پکایا کرتی تھیں جو مجھے بہت پسند تھیں، اور وہ بڑی محبت سے کھلایا کرتی تھیں۔ ان کے گھر میں سندھ کی روایتی جھولے والی مسہری بھی تھی جس پر ہم بچے جھولے کے مزے لیا کرتے تھے۔ گھر کے اوپر کھلی ہوئی چھت تھی جو عصر کے بعد ہمارے کھیل کا میدان ہوا کرتی تھی۔ غلام بشیر صاحب بھی اس وقت کمسن تھے، اور ہمارے گھر میں بیٹوں کی طرح بے تکلف آتے تھے، لاکھو صاحب کے گھر کی خواتین سے ہمارے گھر کی خواتین کا گہرا رابطہ تھا، غرض جتنے دن ہم وہاں رہے، ان کے ساتھ دُکھ سکھ میں اس طرح شریک رہتے کہ ایک ہی گھرانے کا گمان ہوتا تھا۔ بعد میں ہم وہاں سے چلے گئے، تب بھی رابطہ قائم رہا، لاکھو صاحب اور ان کے بیٹے غلام بشیر صاحب مرحوم اب وفات پاچکے ہیں، لیکن غلام بشیر صاحب کے بیٹے غلام ہادی صاحب آجکل اسٹیٹ ایجنسی کا کام کرتے ہیں، اور ان سے اب بھی رابطہ رہتا ہے۔

ہم سے نیچے (یعنی دوسری منزل) میں جناب وزیر گل صاحب رہتے تھے جو نیوی کے ایک لیفٹ

کمانڈر تھے، اور انکا تعلق صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخواہ) سے تھا۔ اُن سے بھی ایسا گہرا تعلق ہوگیا تھا کہ ان کی اہلیہ ہماری والدہ صاحبہ کو اپنی ماں کہا کرتی تھیں ۔ ان کے بچے شاہجہاں اور ان کی بہنوں کا ہر وقت ہمارے یہاں آنا جانا لگا رہتا تھا، اور وزیر گل صاحب کی اہلیہ کو کوئی مسئلہ پیش آتا، تو وہ مشورے کے لئے ہماری والدہ صاحبہ کے پاس آتی تھیں ۔

تیسری منزل ہی پر ہمارے فلیٹ کے سامنے ایک اور فلیٹ تھا جس میں ایک میمن پارسی فیملی رہتی تھی، ان کے گھر کے دروازے پر پاؤڈر سے بنے ہوئے وہ نقش ونگار نظر آتے تھے جو اُس وقت پارسیوں کے گھروں کی علامت سمجھے جاتے تھے ۔

پہلی منزل پر سہارن پور کے ایک مہاجر سرکاری افسر آباد تھے، اور زمینی منزل پر ادھیڑ عمر کا ایک انگریز جوڑا رہتا تھا۔ انگریز مرد ایک ہاتھ سے معذور (ٹنڈے) تھے، اور ان کے گھر کے آگے ایک کھلی چھت والی پرانی سی کارکھڑی رہتی تھی ، جو اپنے مالک کی خدمت کرنے سے زیادہ اُن سے اپنی خدمت لیتی رہتی تھی ، چنانچہ ہم بکثرت دیکھتے تھے کہ جب اُنہیں شام کو کہیں جانا ہوتا، تو وہ تقریباً دوپہر سے ہاتھ میں اوزار لئے کبھی اُس کے بونٹ کے سامنے کھڑے، اور کبھی گاڑی کے نیچے لیٹے ہوئے نظر آتے تھے۔ پھر نہا دھوکر شام کو میاں بیوی گاڑی میں سوار ہوتے ، اور اُس کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سے پتہ چلتا تھا کہ وہ رو دھوکر ان کی خدمت کے لئے تیار ہوگئی ہے۔

اس طرح اس چار منزلہ عمارت میں رنگارنگ ثقافتیں جمع تھیں ، حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، ان تمام پڑوسیوں کے حقوق حسب مراتب ادا فرماتے تھے، اور ہمارا بچپن جسے کھیل کود سے آگے کسی اور چیز سے ابھی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی تھی ، ان سب سے لطف لیتا رہتا تھا۔ ان سب رنگارنگ خاندانوں کے درمیان ایسا برادرانہ تعلق تھا کہ اپنے ثقافتی فرق کے باوجود سب ایک دوسرے کے دُکھ سُکھ میں شریک رہتے تھے ۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک روئی کے گودام میں بڑی خوفناک آگ لگی تھی ۔ وہ جگہ ہمارے مکان سے کم از کم تین چار میل دور تھی ، لیکن اُس آگ کا خوفناک دھواں ہمیں اپنے گھر کے سامنے والی عمارت کے بالکل پیچھے محسوس ہورہا تھا۔ اس دھویں کو دیکھتے ہی ہماری بلڈنگ سے سارے جوان لوگ آگ بجھانے کے لئے اُس دھویں کی

سمت روانہ ہوگئے، ہمارے بڑے بھائی جناب محمد رضی صاحب" بھی ان میں شامل تھے، اور چند ہی لمحوں میں میں نے کھڑکی سے دیکھا کہ ہر قریبی عمارت سے انسانوں کا ایک بڑا ہجوم اُس آگ کا رُخ کر رہا ہے۔ کئی گھنٹے بعد بھائی صاحب واپس آئے، تو انہوں نے بتایا کہ یہ آگ یہاں سے بہت دور سٹی اسٹیشن کے روئی کے گودام میں لگی تھی، اور سب لوگوں نے وہاں پہنچ کر آگ بجھانے میں مدد کی، اور اسی مدد کے دوران ایک روئی کی جلتی ہوئی گانٹھ بھائی صاحب" کے پاؤں پر آ گری تھی جس کی وجہ سے ان کے پاؤں میں کئی دن تک زخم رہا۔

اس طرح اُس زمانے میں باہمی محبتوں کے بڑے دلنواز مناظر نظر آیا کرتے تھے۔ جنہیں آج آنکھیں دیکھنے کو ترستی ہیں۔

لیکن ہمارے والدین کے لئے یہ بڑے صبر آزما دن تھے۔ تین مہینے کے لئے تو حضرت والد صاحب"، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی" اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب" دستوری سفارشات کی رپورٹ تیار کرنے میں مصروف رہے، جس پر کچھ اعزازیہ مل جاتا تھا۔ لیکن اس کے بعد اُن کا کوئی ذریعہ آمدنی نہیں تھا۔ جو چار بیٹے ساتھ تھے، وہ سب کے سب کمسن تھے، اور ان کا سب سے بڑا مسئلہ تعلیم تھا، اور اُنہیں کسی قابل ذکر کمائی کے کام میں لگانا مشکل تھا۔ دیوبند سے جو کچھ روپیہ ساتھ لانا ممکن تھا، اُس کے بارے میں اُس وقت یہ سوچا گیا تھا کہ نقد رقم کو سفر میں ساتھ رکھنا مناسب نہیں، اس لئے جو کچھ نقد رقم تھی، حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے دیوبند ہی کے ایک سُنار سے اُس کے ذریعے ایک سونے کا گلوبند بنوا کر حضرت والدہ صاحبہ، رحمہا اللہ تعالیٰ، کو پہنا دیا تھا کہ جب ضرورت پڑے، اُسے بیچ کر نقد رقم حاصل کی جاسکے۔ چنانچہ جب آمدنی کی کوئی اور صورت نہ رہی، تو اس گلوبند کو بیچنے کے لئے کراچی کے ایک سُنار کے پاس لے گئے۔ اُس نے سونے کو کسوٹی پر پرکھ کر بتایا کہ یہ سونا ہے ہی نہیں، اور جس سُنار سے یہ گلوبند بنوایا گیا تھا اُس نے دھوکہ کر کے شاید پیتل پر سنہری پالش کر دی تھی اور اُس کو سونے کا گلوبند کہہ کر بیچ دیا تھا۔ جو رہی سہی پونجی تھی، وہ اس طرح مٹی ہوگئی۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، اس واقعے کا ہنس ہنس کر ذکر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت والد صاحب" کے تعلقات وزیر اعظم سے لے کر نیچے کے افسروں تک بہت سے لوگوں سے تھے اور ان میں سے بہت سے والد صاحب" سے ملنے کے لئے ہمارے گھر بھی آیا کرتے تھے، لیکن کسی کو پتہ نہیں تھا

کہ گھر میں کیا گذر رہی ہے؟ خود ہم بچوں کو بھی معلوم نہیں تھا کہ والد صاحبؒ کن حالات سے دوچار ہیں، البتہ والدہ صاحبہ، رحمہا اللہ تعالیٰ، کئی کئی دن تک دال پکاتی رہتیں ۔ مجھے تو یاد نہیں، لیکن میرے بڑے بھائی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم جو اُس وقت دس سال کے تھے، وہ بتاتے ہیں کہ ایک دن اُنہوں نے والدہ صاحبہ سے یہ شکوہ کردیا کہ آپ ہر روز دال ہی پکاتی رہتی ہیں۔ اُس موقع پر والدہ صاحبہؒ نے پہلی بار اُن کے سامنے یہ فرمایا کہ " تمہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ تمہارے باپ کا کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے"۔

حضرت والد صاحب ،رحمۃ اللہ علیہ، کے ایک دوست حضرت خلیفہ محمد عاقل صاحب ،رحمۃ اللہ علیہ، ہمارے دادا حضرت مولانا محمد یاسین صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے شاگرد تھے، اور دارالعلوم دیوبند میں فارسی اور ریاضی کے استاذ رہے تھے، لیکن تحریک پاکستان میں شمولیت کی وجہ سے اُنہوں نے بھی وہاں سے استعفاء دیدیا تھا، اور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی، رحمۃ اللہ علیہ، کے پاکستان آنے کے بعد وہ بھی ہم سے پہلے پاکستان آگئے تھے، اور یہاں اُنہوں نے ایک راشن کی دوکان کھول لی تھی جو صدر اور جیکب لائن کے درمیان واقع تھی۔ اُس ابتدائی زمانے میں جب حضرت والد صاحبؒ کا کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں تھا، وہ زبردستی اپنی دوکان سے کچھ راشن ہمارے گھر بھجوادیا کرتے تھے، ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ کچھ عرصے تک اُسی سے ہمارے گھر میں کھانا پکتا تھا۔

ایک طرف تو حضرت خلیفہ محمد عاقل صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کا یہ خلوص تھا کہ وہ کوئی حساب رکھے بغیر راشن ہمارے گھر بھجوادیا کرتے تھے، اور دوسری طرف حضرت والد صاحب ،رحمۃ اللہ علیہ، کی یہ معاملات کی صفائی تھی کہ جتنی مرتبہ اُن کی دوکان سے مختلف اجناس آتیں وہ اُن کا پورا حساب رکھتے تھے، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا فرمائی، تو انہوں نے پورا حساب کرکے اُتنی ہی رقم کا ہدیہ حضرت خلیفہ صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کو پیش کردیا ۔ (بعد میں اتفاق سے خود اُن پر ایک سخت وقت آیا، اور اُس وقت حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے پاس وسعت تھی، اس لئے انہوں نے اُس سخت وقت میں حضرت خلیفہ صاحبؒ کی مدد فرمائی۔)

جاری ہے.....

شہادت سے بھی قرض معاف نہیں ہوتا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ، رَضِیَ اللّٰہ عَنْھُما، اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وسَلَّم قَالَ اَلْقَتْلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ یُکَفِّرُ کُلَّ شَیْئٍ اِلَّاالدَّیْنَ۔رواہ مسلم -

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص، رضی اللہ علیہ، سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے راستہ میں شہید ہوجانا ہر گناہ کے لئے کفارہ ہے سوائے دین (قرض) کے (کہ وہ معاف نہیں ہوگا)۔ (مشکوۃ۔مرقاۃ ص ۲۷۹ ج ۷)

تشریح: اللہ کے راستہ میں جان دیدینا اعلیٰ مقام ہے اس سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں مگر ''دین'' معاف نہیں ہوتا۔''دین'' سے مُراد قرض اور ہر وہ حق ہے جس کی ادائیگی آدمی کے ذمہ شرعاً اور قانوناً لازم ہو مگر اس نے اس کی ادائیگی نہ کی ہو۔اسی لئے تمام حقوق العباد اس میں داخل ہیں۔(مرقاۃ:۷:۲۷۹)

حضرت مولانا سحبان محمود صاحب، رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث وناظم اعلیٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

احساسِ ذمہ داری

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ... اما بعد!

انسان جب دنیا کی زندگی میں قدم رکھتا ہے تو ہزار ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے ساتھ لے کر آتا ہے، گویا زندگی کی تعبیر ذمہ داریاں ہی ہیں، اور وہ بھی اس قدر مختلف بلکہ متضاد کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، قرآن کریم میں مختلف آیتوں کے اندر انسان کی ذمہ دارانہ ہستی کو بیان کیا گیا ہے، سورۂ مؤمنون میں ارشاد فرمایا کہ: "کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تم کو بے فائدہ اور بے کار پیدا کردیا ہے" ۔ (آیت:۱۱۵) سورۂ قیامہ میں ارشاد ہے: "کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ یونہی بے کار اور مہمل چھوڑ دیا جائے گا" (آیت:۳۶) اور سورۂ بلد میں فرمایا کہ "بیشک ہم نے انسان کو بڑی محنت اور مشقت میں رہنے والا بنایا ہے" (آیت:۴)۔ ان تمام آیتوں کا حاصل وہی ہے کہ انسان پر بہت سی ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں وہ اپنے آپ کو فارغ اور بے کار نہ سمجھے، چنانچہ سورۂ احزاب میں اس کو بہت واضح انداز میں ذکر فرمایا کہ "ہم نے بارِ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے روبرو پیش کیا مگر انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کردیا اور اس ذمہ داری سے ڈر گئے مگر انسان نے اس کو اٹھالیا" (آیت:۷۲) یہاں امانت سے یہی ذمہ داریاں اور فرائض مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسان پر عائد ہوتی ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی اور کوئی ایسی مخلوق نہیں جو ذمہ داریوں کا بار اٹھانے اور ان سے بحسن وخوبی سبکدوش ہوجانے میں انسان کی ہمسری کرسکے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں وہ صلاحیت واستعداد پیدا فرمائی ہے جس کی بدولت وہ ان ذمہ داریوں کو نہ صرف برداشت کرسکتا ہے، بلکہ احسن طریقہ سے انجام بھی دے سکتا ہے۔

ہر انسان پر مختلف اور متضاد ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ انفرادی، خاندانی، معاشرتی، قومی اور ملکی۔ اُن میں سے بعض وہ ہیں جو کسی کے بتائے بغیر معلوم ہیں اور بعض بتانے سے معلوم ہوتی ہیں، ان ذمہ داریوں کا معلوم ہونا، پھر بحسن وخوبی ان کو انجام دینے کا احساس پیدا ہونا پھر صحیح خطوط پر ان کو عملی طور پر بروئے کار لانا منزل

تک پہنچنے اور گوہر مراد حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے، اگر ذمہ داری کا علم نہ ہو یا علم تو ہو لیکن اس کا احساس نہ ہو یا یہ بھی ہو لیکن عملی قدم اٹھایا نہ جائے تو کامیابی ممکن ہی نہیں۔ اسی لئے اسلام نے ان تینوں پر زور دیا ہے اور ان کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔

اس وقت زیر بحث ایک خاص قسم کی ذمہ داری کا جو آجر اور محنت کش سے متعلق ہے قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لینا ہے، سورۂ نساء میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا (آیت:۵۸) ۔یعنی" اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت، امانت والوں کو ادا کردو، آیت نے اصولی طور پر رہنمائی فرمادی، کیونکہ آجر اور محنت کش کے درمیان جو معاملہ ہوتا ہے وہ بھی ایک امانت اور ذمہ داری ہے۔ لہٰذا آجر کی جو ذمہ داریاں ہیں وہ ان کو بحسن وخوبی پورا کرے اور مزدور اپنی ذمہ داریاں اچھے طریقے سے ادا کرے، نہ کوئی کسی کا حق مارے، نہ ظلم کرے اور نہ کسی کو نقصان پہنچائے۔

قرآن کریم کی اس اصولی ہدایت کی تفصیلات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں، چنانچہ آجر کی ذمہ داریوں کو صرف ایک حدیث میں بیان فرمادیا کہ:" مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دی جائے "اور اس کی اجرت ومزدوری میں ہر وہ حق اور سہولت داخل ہے جو دونوں کے درمیان طے ہوجائے، اب مطلب یہ ہوجائے گا کہ مزدور، خادم اور ملازم کے تمام حقوق وقت پر ادا کرنا آجر اور مالک کی ذمہ داری ہے کہ اس کے اندر کوتاہی خیانتِ مجرمانہ ہوگی، جس کا لازمی اثر دنیاوی زندگی میں یہ ہوگا کہ معاملات اور کاروبار میں نہ ترقی ہوگی نہ برکت، اور طبقاتی نفرت قوم کے اندر ظاہر ہونے لگے گی، جس کی نحوست میں پورا معاشرہ مبتلا ہوجائے گا۔ اسی طرح اس خیانت کا نتیجہ آخرت میں بھی ہولناک صورت میں سامنے آئے گا، کہ شافع محشر اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خلاف بارگاہ رب العزت میں استغاثہ دائر فرمائیں گے کہ اے میرے رب! اس خائن کو پوری پوری سزا دے۔ جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن میں ایسے شخص کے خلاف کیس دائر کروں گا جس نے مزدور سے کام تو پورا لیا لیکن پوری اجرت ادا نہیں کی۔ (اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے)۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجیر، ملازم اور خادم کی ذمہ داریوں کو ایک جملہ میں بیان فرمایا

کہ "الخادم فی مال سیدہ راع ومسئول عن رعیتہ" (بخاری شریف، کتاب الوصایا، ۱:۳۸۴) یعنی خادم خواہ محنت کش ہو یا ملازم اپنے آقا کے مال اور اس کی طرف سے سپرد کی ہوئی خدمات میں امین اور نگران ہے۔ اور قیامت میں اس سے دریافت کیا جائے گا کہ کتنا حق ادا کیا اور کتنی حق تلفی کی، اگر حق تلفی کی ہے مثلاً کام آتا ہی نہیں یا کام تو آتا ہے لیکن قصداً مالک کو نقصان پہنچاتا ہے یا وقت میں یا کام میں چوری کرتا ہے۔ تو یہ اللہ کے نزدیک خیانت ہے۔ جس کا دنیا میں بدنامی، بے عزتی اور ناکامی کی صورت نتیجہ سامنے آتا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معارف السنۃ

محمود اشرف عثمانی

سات خوش نصیب مقرّبان بارگاہ خداوندی

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ ، اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ ، وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسَاجِدِ ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ اِمْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ صَدَقَةً اَخْفٰی حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ ، وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰهَ خَالِیاً فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ . (رواہ البخاری، فتح الباری ص ۱۴۳ ج ۲)

حضرت ابوہریرہ، رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: سات افراد وہ ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ کے (عرش کے) سایہ میں جگہ ملے گی جبکہ اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

انصاف کرنے والا حاکم، وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں پروان چڑھا، وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہے، اور وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کی، اسی محبت پر جمع ہوتے اور اسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے۔ اور وہ شخص جسے مرتبہ والی خوبصورت عورت نے (اپنی طرف گناہ کی) دعوت دی تو اس نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور وہ آدمی جس نے کوئی صدقہ کیا اور چھپا کر دیا یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہیں ہوا کہ دایاں ہاتھ کیا خرچ کرتا رہا اور وہ آدمی جس نے

تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو (اللہ کی محبت یا خشیت سے) آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

یہ مشہور حدیث ہے جس میں اُن سات خوش نصیب حضرات کا ذکر کیا گیا ہے جو قیامت کے دن میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کے سایہ میں ہوں گے۔

(۱)۔۔۔ اَلاِمَامُ الْعَادِلُ : امام عادل ۔۔۔ یعنی انصاف کرنے والا حکمران۔ (الف) ۔۔۔ یہ حکمران بڑا حکمران بھی ہوسکتا ہے جسے اسلامی سلطنت کے تمام افراد کے مابین انصاف کی حکمرانی کے لئے بٹھایا گیا ہو۔ مگر نچلے درجہ کے حکمران بھی اسی کے حکم میں داخل ہیں، مثلاً سرکاری یا غیر سرکاری ادارہ کا نگران اعلیٰ، صدر، وزیر اعظم، اسپیکر، وزیر اعلیٰ، چیئرمین، نگران اعلیٰ، بڑی اور چھوٹی عدالتوں کے جج، تعلیمی یا غیر تعلیمی اداروں کے سربراہان، مہتمم، ناظم اعلیٰ، پرنسپل، کسی بھی شعبہ کا سربراہ، کسی بھی خاندان کا سربراہ، گھر کا سربراہ مرد، گھر کی خاتون سربراہ، کلاس کا امیر، وغیرہ۔ یعنی ہر وہ شخص جس کے ماتحت ایک سے زائد افراد ہوں اور وہ ان کے درمیان انصاف سے کام لیتا ہو یا لیتی ہو۔ (فتح الباری ص ۱۴۷ ج ۲)

(ب) ۔۔۔ انصاف سے مراد مساوات نہیں ہے بلکہ انصاف سے مراد یہ ہے کہ جس کا جو حق بنتا ہو وہ اُسے پورا پورا دیا جائے اور دلوایا جائے۔ انصاف سے مساوات مُراد لینا بڑی غلطی ہے جو مغربی دنیا سے آئی ہے۔ کسی بھی ادارہ میں موجود افراد کی نہ صلاحیت برابر ہوتی ہے نہ تنخواہ برابر ہوتی ہے۔ نہ عملاً یہ ممکن ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ انصاف سے کام لیا جائے، اور ان میں سے ہر ایک کا جو حق بنتا ہو خواہ شریعت کے اعتبار سے، خواہ قانون کے اعتبار سے، خواہ عُرف کے اعتبار سے اور خواہ اخلاقی اعتبار سے، وہ حق اُسے پورا پورا دیا جائے اور دلوایا جائے ۔۔۔ ایک گھر میں رہنے والے افراد میں کوئی بوڑھا ہوتا ہے، کوئی جوان، کوئی صحتمند ہوتا ہے کوئی مریض، کوئی کالج میں پڑھ رہا ہوتا ہے کوئی اسکول میں، کوئی دودھ پیتا بچہ ہوتا ہے، کوئی شادی شدہ عاقل بالغ اور بچوں کا باپ ہوتا ہے کوئی اپاہج معذور ہوتا ہے، کوئی کمانے اور محنت کرنے والا۔ ان سب میں مساوات کیسے ممکن ہے؟ ہاں ان سب کے ساتھ انصاف کرنا بہر حال ضروری اور لازم ہے۔

(۲)۔۔۔ وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ ۔۔۔ وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں پروان

چڑھا ـــ فارسی زبان کی مثل مشہور ہے "در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری ست" یعنی جوانی میں توبہ کرنا پیغمبروں کا طریقہ ہے۔ بڑھاپے میں جبکہ گناہ کی نہ ہمت رہتی ہے نہ حوصلہ، اس وقت تو اکثر لوگ توبہ کر لیتے ہیں اور یہ بھی ان پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے کہ کم از کم ان کا خاتمہ بالخیر ہو جاتا ہے ـــ لیکن ـــ اصل درجہ اُن نوجوانوں کا ہے جو جوانی میں پاکیزہ زندگی گذارتے ہیں، حسن اخلاق کے ساتھ محنت مشقت کی زندگی گذارتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کے ذکر و فکر میں کمی نہیں کرتے اور قبر کے کنارہ تک ایمان اور اعمال صالحہ کو مضبوطی سے تھامے رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کے سایہ میں ہوں گے۔

(۳) ـــ وَرَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ فِیْ الْمَسَاجِدِ: وہ نمازی جس کا دل مساجد میں اٹکا ہوا ہو: یعنی اس کی زندگی میں نماز کو مرکزی اہمیت حاصل ہو (کیونکہ نماز دین کا ستون ہے) اس کے پورے دن کی مصروفیات پانچوں نمازوں کے گرد گھومتی ہوں۔ وہ افسر ہو یا ملازم، تاجر ہو یا کاشتکار، دکاندار ہو یا زمیندار، ٹھیکیدار ہو یا دیہاڑی دار، گھر میں رہنے والی خاتون ہو جو باورچی خانہ، گھر اور بچوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتی ہو یا اسکول کالج میں تعلیم پانے والا نوجوان، اگر وہ اپنے دن بھر کے کاموں اور روزمرّہ کے اوقات کو اس طرح ترتیب دیتا/اور ترتیب دیتی ہو کہ ہر نماز اپنے اپنے وقت پر اپنی اپنی جگہ بآسانی خشوع خضوع کے ساتھ ادا ہو جاتی ہو تو ایسا شخص گویا سارے دن نماز ہی میں مشغول ہے کیونکہ اس کے دن کی ساری مصروفیات نماز کے گرد گھوم رہی ہوتی ہیں۔ ایسا شخص گھر، دفتر، دکان، کاروبار، اسکول، کالج، بازار میں رہتے ہوئے بھی نماز کی تیاری ہی میں مصروف سمجھا جائے گا کیونکہ اس کا دل نماز میں اٹکا ہوا ہے۔

صحت مند مردوں کو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم ہے اس لئے جو شخص فجر کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ میں ظہر کی نماز فلاں مسجد، عصر کی نماز فلاں مسجد اور مغرب وعشاء کی نماز فلاں مسجد میں پڑھوں گا وہ دنیا کا کوئی بھی جائز کام کر رہا ہو اسے مسجد کے ساتھ جُڑنے، مسجد کے ساتھ دل معلق ہونے کی فضیلت حاصل ہے اس لئے وہ میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کے سایہ میں مطمئن ہوگا۔

(۴)___ رَجُلَانِ تَحَابًا فِيْ اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ ___ حُب فی اللہ رکھنے والے دو آدمی جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہوتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر علیحدہ ہوجاتے تھے۔ دو آدمی جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو اس ملاقات کے مختلف اسباب اور مختلف مقاصد ہوتے ہیں، نیتیں مختلف ہوسکتی ہیں۔ لیکن اگر دو شخص (رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار) اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے ملاقات کریں، کوئی دنیوی غرض اصل مقصد نہ ہو تو وہ مقربان بارگاہ خداوندی میں شامل ہیں کیونکہ ایمان کے بعد حب فی اللہ اور بُغض فی اللہ اعمال قلبیہ میں افضل ترین عمل ہے۔ عجیب بات ہے کہ حدیث شریف میں صرف جمع ہونے کو ذکر نہیں کیا گیا بلکہ جُدا ہونے کو بھی ذکر کیا ہے کہ دونوں اللہ کے لئے جمع ہوتے تھے اور اللہ ہی کے لئے علیحدہ ہوجاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بعض اوقات علیحدہ ہوجانا بھی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتا ہے تو وہ بھی باعث اجر وثواب ہے ___ خاص طور پر جب جمع ہونے یا اجتماع کے طویل ہونے سے جانبین کو اُلجھن تکلیف یا پریشانی کا خیال ہو تو اس وقت جمع ہونا یا اجتماع کو جاری رکھنا ثواب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے علیحدہ ہوجانا باعث اجر وثواب ہے۔

(۵)___ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ اِمْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ ___ وہ شخص جسے مرتبہ والی خوبصورت عورت نے (گناہ کی) دعوت دی تو اس نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں ___ عورت خوب صورت ہو، مرتبہ والی ہو اور دعوت بھی وہی دے رہی ہو تو مرد کے لئے انکار کرنا بہت مشکل ہے مگر اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی محبت وخشیت میں یہ دعوت قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں، میں یہ حرام دعوت قبول نہیں کرسکتا تو وہ مقربان بارگاہ خداوندی میں سے ہوگیا۔ یہی حکم اس خاتون کا ہے جسے کسی حسب نسب مرتبہ والے خوب رُو مرد نے گناہ کی دعوت دی، مگر خاتون نے اللہ کے خوف سے یہ حرام دعوت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ (فتح الباری ص ۱۴۷ ج ۲) وہ بھی عرش کے سایہ میں ہوگی۔

(۶)___ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ صَدَقَةً اَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ ___ وہ آدمی جس نے صدقہ دیا اور چُھپا کر دیا یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں چلا کہ اس کا دایاں ہاتھ کیا خرچ کررہا ہے۔

فرض نماز، فرض زکوۃ، فرض روزہ ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر ہے اسی لئے فرض نماز مسجد میں باجماعت ادا کی جاتی ہے۔ فرض زکوۃ اور فرض روزہ کا بھی قریب کے لوگوں کو علم ہوتا ہے۔ لہٰذا فرائض کا اظہار ناپسندیدہ نہیں ہے بلکہ فرائض کی ادائیگی مسلمان کے اسلام کی علامت ہے۔ البتہ نفلی نماز، نفلی روزہ، اور خاص طور پر نفلی صدقہ لوگوں کے سامنے خود ظاہر کرنا ناپسندیدہ (۱) ہے۔

نفلی صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دور کرتا ہے، آدمی کو جہنم سے بچاتا ہے اور خاتمہ بالخیر کا ذریعہ ہے۔ اس لئے حسب استطاعت خاموشی کے ساتھ چپکے چپکے نفلی صدقات کا اہتمام کرنا مؤمن صادق کے ایمان کی علامت ہے۔ واضح رہے کہ نفلی صدقہ کا ثواب خراب کرنے والی دو۲ چیزیں ہیں ایک دکھاوا، اور دوسرا صدقہ کا احسان جتلانا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ (سورة البقرة، آیت نمبر ۲۶۴)

اے ایمان والو! اپنے صدقات احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر ضائع مت کرو جیسے وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے۔ (القرآن)

لہٰذا نفلی صدقہ دیتے وقت اپنے آپ کو ان دو خرابیوں سے بچانا نہایت ضروری ہے، ایک یہ کہ صدقہ کا اظہار اور دکھاوا نہ ہو، دوسرے صدقہ دے کر اسے جتلایا نہ جائے بلکہ "نیکی کر دریا میں ڈال" کے محاورہ کے مطابق صدقہ دے کر بالکل بھول جائے، کیونکہ آپ کا پروردگار اللہ تعالیٰ جس کی رضا کی خاطر آپ نے صدقہ دیا ہے وہ نہ بھولتا ہے نہ فراموش کرتا ہے (لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ط) لہٰذا آپ کو اپنا صدقہ یاد رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ــــ اسی طرح جس وقت نفلی صدقہ دیا جا رہا ہو تو کوشش کرنی چاہئے کہ جب آپ دائیں ہاتھ سے صدقہ کر رہے ہوں تو قریب کے لوگوں کو تو درکنار آپ کے بائیں ہاتھ کو بھی اس کا علم نہ ہو، تاکہ یہ صدقہ

---

(۱) ــــ اظہار کے بجائے کسی کو از خود اندازہ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ تلک عاجل بشری المؤمن میں داخل ہے لیکن حتی الامکان اپنی نفلی عبادت کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔

اخلاص پر مبنی ہو، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو اور دنیا وآخرت میں اس کے درست ثمرات آپ کو نصیب ہوں۔

(۷)۔۔۔ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِياً فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ : وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی آنکھیں بہنے لگیں۔

کسی بھی مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت وخشیت عظیم نعمت ہے جو اس کے کمال ایمان کی علامت ہے۔۔۔ مجمع میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر آنکھوں میں آنسوؤں کا آجانا بھی رحمت ہے لیکن اس میں ریاء یعنی دکھاوے اور عُجب کا قوی امکان ہے۔ جبکہ تنہائی میں اگر کوئی بندہ مومن اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اللہ تعالیٰ کی محبت / خشیت سے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ جائیں تو یہ ایسی نعمت ہے جو آدمی کو عرش کے سایہ میں پہنچادے گی۔ کیونکہ تنہائی میں کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ صرف آدمی ہے اور اس کا پروردگار ہے ایسی تنہائی میں محبت وخشیت کی کیفیت قلب وجوارح پر طاری ہونا پھر اس محبت وخشیت کا اثر دل سے نکل کر آنکھوں تک آجانا مؤمن کے رگ وپے میں اللہ تعالیٰ کی محبت سرایت کرجانے کی علامت ہے۔ سچی محبت تو وہی ہے جو صرف محب اور محبوب کے درمیان ہو نہ کہ منبر ومحراب اور سڑکوں یا زاروں میں اس کا اظہار کیا جارہا ہو۔

میانِ عاشق ومعشوق رمزے ست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

(محبت عاشق اور معشوق کے درمیان ایک ایسا راز ہے جس کی کراماً کاتبین فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی)
اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں بھی ان خوش نصیبوں میں شامل فرمالیں۔ آمین۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

چند بڑے گناہ

گانا سُننا اور سُنانا

آج ہمارے معاشرے میں گانا سُننا اور سنانا بہت عام ہو چکا ہے، گھر گھر، گلی گلی اور بازار، فلمی گانوں اور میوزک کی آواز سے گونج رہے ہیں، ٹی وی، وی سی آر اور ڈش انٹینا نے ان کو بامِ عروج پر پہنچایا ہوا ہے، موبائل بھی اس گناہ سے خالی نہیں۔ بعض لوگ شادی بیاہ کی تقریبات میں گانوں کی بلند آواز کر کے پورے محلے کو بلکہ سارے علاقے والوں کو فلمی گانے، موسیقی اور میوزک سناتے ہیں، چاہے اس وقت کوئی نماز پڑھ رہا ہو یا تلاوت کر رہا ہو یا آرام کر رہا ہو۔ اسی طرح گانے کی کیسٹوں کا کاروبار کرنے والے اور بعض دیگر تاجر اور ہوٹل والے اپنی دکان پر بلند آواز سے گانے چلائے رکھتے ہیں، نیز ویگن اور بس والے بھی دورانِ سفر گانا سنانے کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں، موبائل استعمال کرنے والے بھی گانے باجے میں مشغول رہتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب بہت سے مسلمان اس گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتے اور مسلمانوں کے دلوں سے اس گناہ کی خرابی اور بُرائی نکلتی جارہی ہے، حالانکہ قرآن وسنت کی رُو سے گانا سننا اور سنانا گناہِ کبیرہ ہے۔ ذیل میں چند آیات اور احادیثِ طیبہ نقل کی جاتی ہیں: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ (لقمان:٦)

ترجمہ: اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی باتوں کے خریدار بنتے ہیں تا کہ اُن کے ذریعہ لوگوں کو بے سمجھے بوجھے اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکائیں اور اُس کا مذاق اڑائیں، ان لوگوں کو وہ عذاب ہوگا جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ (آسان ترجمہ قرآن: ۱۲۵۵/۳)

تشریح: اس آیت میں "لھو الحدیث" سے مراد "گانا" ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ

عنہ سے جب اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس سے مراد گانا ہی ہے"۔

آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا (تاکہ پوچھنے والا اچھی طرح سمجھ لے)۔ نیز دیگر بعض حضراتِ صحابہؓ اور تابعین سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔ اور آیتِ شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی چیزوں کے خواہشمند ہیں یعنی وہ گانا سننا اور سنانا اور اسی طرح کی دوسری چیزیں پسند کرتے ہیں، ان کا یہ طرزِ عمل راہِ حق سے بھٹکانے بلکہ دین کا مذاق اڑانے کے برابر ہے، کیونکہ دین کا مقصد انسان کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنا اور اس کی عبادت میں لگانا ہے، جبکہ گانا وغیرہ بالکل اس کی ضد اور اس کے خلاف ہے، لہٰذا ایسے لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے، اور جس چیز پر عذاب کی دھمکی دی جائے وہ ناجائز ہوتی ہے، اس لئے گانا سننا اور سُنانا حرام ہے۔

گانے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات

حدیث نمبر ا

عن عمران بن حصين ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : فى هذه الامة خسف ومسخ وقذف ، فقال رجل من المسلمين : يا رسول الله ، ومتى ذاك ؟ قال : اذا ظهرت القينات والمعازف وشربت الخمور . (سنن الترمذی . ۴/ ۶۵)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس امت میں بھی زمین میں دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش کے واقعات ہوں گے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ! ایسا کب ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب گانے والی عورتوں اور باجوں کا عام رواج ہوجائے گا اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گی۔ (ترمذی)

تشریح

یہ روایت دیگر صحابہ کرامؓ سے بھی الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ مروی ہے، اور اس حدیث میں گانا گانے اور گانا سننے والوں کے بارے میں نہایت خوفناک وعیدیں مذکور ہیں، پچھلی امتوں میں بنی اسرائیل پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے بندر اور خنزیر بننے کا عذاب آیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں گانا سننے اور سنانے والوں کے لئے اس عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ صورتیں بگڑنے سے مراد یہ ہے کہ گانے والوں میں ان جانوروں کی خصلتیں پیدا ہوجاتی ہیں، خنزیر میں بے حیائی اور بے غیرتی کی خصلت ہے اور بندر میں بے وقاری اور نقالی کی خصلت ہے، لہٰذا گانا سننے اور سنانے والوں میں اس گناہ کی وجہ سے بے حیائی، بے غیرتی، نقالی اور بے وقاری پیدا ہوگی۔

حدیث نمبر۲

وأخرج أيضا من حديث ابن مسعود "أن النبى .صلى الله عليه وسلم . سمع رجلا يتغنى من الليل فقال : لا صلاة له ، لاصلاة له ، لا صلاة له " (نيل الأوطار . ۸/ ۱۱۳)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات کسی شخص کے گانے کی آواز سنی تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا: اس کی نماز مقبول نہیں، اس کی نماز مقبول نہیں، اس کی نماز مقبول نہیں۔ (نیل الاوطار)

تشریح

یعنی گانا سننا اور سنانا ایسا منحوس عمل ہے کہ اس میں مشغول ہونے والا شخص اگر نماز ادا کرے تو اگرچہ فرض اس کے ذمہ سے اتر جائے گا لیکن اس کی نماز مقبول نہیں ہوگی اور اس پر اجر وثواب نہیں ملے گا۔

حدیث نمبر۳

وأخرج أيضا من حديث ابى هريرة أن النبى صلى الله عليه وسلم قال : "استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر " (نيل الاوطار . ۸/ ۱۱۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گانا یا جا سننا گناہ ہے، اور اس (گانا سننے) کے لئے بیٹھنا نافرمانی ہے اور اس سے لطف لینا کفر ہے۔

تشریح

حدیث میں کفر سے مراد "کفرانِ نعمت" ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اعضاء و جوارح اس لئے دیئے ہیں کہ ان سے وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات بجالائے اور اپنی تمام طاقتوں اور صلاحیتوں کو اس کی عبادت میں لگائے، لیکن اگر وہ ایسا کرنے کے بجائے انہی چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اور گناہوں میں صرف کرنے لگے تو یہ سب سے بڑی ناشکری اور ناقدری ہے، اس لئے گانا سننے اور سنانے سے بچنا چاہئے۔

حدیث نمبر ۴

وعن جابر قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "الغناء ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء الزرع". (مشكاة المصابيح . ۳/ ۱۳۵۵)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی اگاتا ہے۔ (مشکوۃ)

تشریح

نفاق کی حقیقت یہ ہے کہ ظاہر میں کچھ ہو اور باطن میں کچھ ہو۔ جو شخص گانے کا مشغلہ رکھتا ہے وہ بظاہر اگرچہ نماز، روزہ وغیرہ کا پابند ہو لیکن چونکہ ساتھ ساتھ ناچ گانے سے بھی لطف اندوز ہوتا ہے اس لئے اس کا باطن اس کے ظاہر جیسا نہیں، کیونکہ ظاہراً تو وہ احکام ادا کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت ظاہر کر رہا ہے لیکن دل میں گانے اور موسیقی کی محبت بھری ہوئی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ممانعت اور ناراضگی کو بھی نظر انداز کر رہا ہے، اور یہ نفاق ہے۔

حدیث نمبر ۵

عن أنس بن مالک أن رسول الله (صلى الله عليه وسلم) قال من قعد الى قينة يستمع منها صب الله فى أذنيه الآنک يوم القيامة (تاريخ ابن عساكر . ۵۱/ ۲۶۳)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی گانے والی باندی کے پاس اس لئے بیٹھے تا کہ اس کا گانا سنے تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ (ابنِ عساکر)

حدیث نمبر ۶

من استمع الى صوت غناء لم يؤذن له أن يستمع الروحانيين فى الجنة ، قال : ومن الروحانيون ؟ قال : قراء أهل الجنة . "الحكيم عن أبى موسى". (كنز العمال . ۱۵/ ۲۱۹)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص گانا سنتا ہے اسے جنت میں روحانیوں کی آواز سننے کی اجازت نہیں ملے گی۔ کسی نے پوچھا: روحانیوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت کے قراء"۔ (کنزالعمال)

حدیث نمبر ۷

حدثنا شبيب بن بشر البجلى ، قال : سمعت أنس بن مالک يقو ل : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : صوتان ملعونان فى الدنيا والآخرة : مزمار عند نعمة ورنة عند مصيبة . (مسند البزار . ۱۴/ ۶۲)

ترجمہ: حضرت شبیب بن بشر بجلی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو قسم کی آوازیں ایسی

ہیں جن پر دنیا اور آخرت دونوں میں لعنت کی گئی ہے، ایک خوشی کے موقع پر باجے تاشے کی آواز، دوسرے مصیبت کے موقع پر رونے اور نوحہ کی آواز۔ (مسند بزار)

مذکورہ بالا آیات اور احادیثِ طیبہ سے واضح ہوگیا کہ گانا سننا اور سُنانا ناجائز ہے، اور اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، اس لئے ہر مسلمان مرد و عورت کو اس کبیرہ گناہ سے بچنا چاہئے۔

آج کل اکثر شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں گانے خوب چلائے جاتے ہیں، بلکہ بعض جگہوں پر اتنی بلند آواز سے چلائے جاتے ہیں کہ پورا محلہ ان کی آواز سے گونج اٹھتا ہے، حالانکہ اس طرح گانوں کی آواز سے دوسروں کو تکلیف پہنچانا حرام اور سخت گناہ ہے، اور ایسی تقریبات میں شرکت کرنا بھی جائز نہیں، اور جو شخص اس گناہ سے بچنے کی کوشش کرے گا اس کے لئے حدیث شریف میں فضیلت بیان کی گئی ہے، چنانچہ روایت میں آتا ہے:

> حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو (دُنیا میں) اپنے کانوں اور آنکھوں کو شیطانی باجوں کے سننے اور ان کے بجانے والوں کے دیکھنے سے محفوظ رکھتے تھے؟ انہیں ساری جماعتوں سے الگ کردو۔ چنانچہ فرشتے انہیں الگ کرکے مشک و عنبر کے ٹیلوں پر بٹھادیں گے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ ان لوگوں کو میری پاکی اور بزرگی (کے گیت) سناؤ، چنانچہ فرشتے انہیں ایسی پیاری (اور سریلی) آوازوں میں اللہ کا ذکر سنائیں گے کہ سننے والے نے کبھی ایسی آواز نہ سنی ہوگی۔ (جمع الفوائد)

لہٰذا گانا گانے، گانا سُننے، گانے والوں کو دیکھنے اور جس محفل میں گانا باجا ہو رہا ہو وہاں شرکت کرنے سے بہرحال بچنا چاہئے تاکہ گناہ کے وبال سے حفاظت ہو اور مذکورہ ثواب ملے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ ثم آمین۔

خوشخبری خوشخبری

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

کے درسی افادات پر مشتمل مسلم شریفؒ کی آسان شرح چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے

کتاب الجهاد والسير ..... إلى ..... كتاب اللباس والزينة

كتاب الأداب..... إلى ..... كتاب التفسير

☆ ......طویل مباحث کا آسان خلاصہ

☆ ......اختلافی مسائل کی مختصر و مدلل آسان انداز میں تشریح و توضیح

مسلم شریفؒ

کی آسان شرح

افادات

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

چند درسی مطبوعات
خوشخبری
مکتبۃ الاسلام کراچی سے شائع ہونے والی درج ذیل چند درسی مطبوعات جو عام فہم اسلوب، آسان طرز اور ضروری مباحث پر مشتمل ہونے کی بناء پر متعلقہ درجہ کے طلباء کے لئے انتہائی مفید ہیں اور کتاب کے حل کے لئے کافی ہیں۔
1
تقریب النووی کی آسان شرح
ترمیم شدہ جدید ایڈیشن
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
2
مقدمۃ مشکوۃ کی آسان شرح
ترمیم شدہ جدید ایڈیشن
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
3
مشکوۃ المصابیح
کی آسان شرح
ترمیم شدہ جدید ایڈیشن
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
4
شرح نخبۃ الفکر
کی آسان شرح
ترمیم شدہ جدید ایڈیشن
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
5
آسان فلکیات
ترمیم شدہ جدید ایڈیشن
پیش لفظ
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
تالیف: مولانا اعجاز احمد صمدانی صاحب
6
عصر حاضر کے جدید اسلوب پر جامع ترین شرح
دروس مقامات
پیش لفظ
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
تالیف
مولانا ضیاء الامین عزیزی صاحب
ناشر
مکتبۃ الاسلام کراچی
موبائل: 0300-8245793
ای میل: Shahidflour68@gmail.com

تحریر: حضرت مولانا رشید اشرف سیفی صاحب مدظلہم

دینی تعلیمی ادارہ

مکتب ، مدرسہ ، دار العلوم ، جامعہ

مکتب

بچوں کا وہ ابتدائی تعلیمی ادارہ جہاں قاعدہ (نورانی ہو یا بغدادی یا اس معیار کا کوئی اور قاعدہ) نماز اور ضروری اذکار اور ناظرہ قرآن کریم یا حفظ قرآنِ کریم کی تعلیم دی جاتی ہو؛ بعض مکاتب میں ابتدائی نوشت و خواند کا کام بھی کرایا جاتا ہے۔

مدرسہ

لفظ "مدرسہ" اگرچہ عصر حاضر میں بلادِ عربیہ میں اسکول کے معنیٰ میں استعمال ہو رہا ہے لیکن اسلامی تاریخ کے عہد عروج میں ایک ایسے تعلیمی ادارے کا نام تھا جس میں اسلامی علوم میں اعلیٰ ترین سطح کی تعلیم کا انتظام ہوتا تھا، ان درسگاہوں کا تعلیمی معیار اس درجہ کا ہوتا تھا جو عصری اصطلاح میں یونیورسٹی کا درجہ سمجھا جاتا ہے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے مدارس کا لفظ اس قدیم اصطلاح کے مطابق اختیار کیا ہے، چنانچہ اس وفاق میں وہ تعلیمی ادارے شامل ہیں جو آج کی اصطلاح میں جامعہ کہلاتے ہیں۔ [1]

دار العلوم

دار العلوم بلادِ عربیہ میں کالج اور یونیورسٹی کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے لیکن علماء اور طلبۂ علومِ نبوت کے ہاں عربی اور اسلامی علوم وفنون کے معیاری اور بڑے ادارے کیلئے اس کا استعمال ہے جہاں درسِ نظامی کے عالیہ اور عالمیہ تک کی تعلیم دی جارہی ہو۔

جامعہ

جامعہ کا لفظ یونیورسٹی کے معنیٰ میں متعارف ہے، علماء اور طلبۂ علومِ نبوت کے نزدیک وہ وقیع تعلیمی ادارہ

---

(۱)۔ از افادات حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، دام اقبالہم

جہاں دورۂ حدیث یا اس سے اوپر کی تعلیم (مثلاً تخصصات -- پی.ایچ.ڈی --) کا انتظام ہو۔

مدرسہ (عام معنٰی میں) وہ دینی تعلیمی ادارہ ہے جہاں اللہ رب العزت کی عظیم المرتبت کتاب قرآن کریم کے الفاظ و معانی کی تعلیم دیجاتی ہے اور طالبعلم کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا بیج بویا جاتا ہے اور معاشرے کے ہر فرد کے حقوق ادا کرنے کا درس دیا جاتا ہے، اس طرح طالبعلم کو ملک وقوم کیلئے نافع اور قیمتی فرد بنایا جاتا ہے۔

مدرسہ جہالت کے اندھیروں میں منور چراغ اور روشن مینار کی حیثیت رکھتا ہے، پاکستان جیسے ملک میں جہاں خواندہ لوگوں کا تناسب بہت سے ممالک سے کافی کم ہے، وہاں مدرسہ خواندگی کا تناسب بڑھانے کا ایک اہم ذریعہ ہے، جس کا اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صرف وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے امتحانِ سالانہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء میں مختلف شعبہائے تعلیم میں ڈھائی لاکھ سے زیادہ طلبہ و طالبات نے شرکت کی، دوسرے اداروں اور تنظیمات کے تحت یا انفرادی طور پر تعلیم دینے والے مدارس کی خدمات اس کے علاوہ ہیں۔

مدارس اس لحاظ سے بھی قابلِ قدر ہیں کہ وہ بڑی تعداد میں غریب طلبہ کو تعلیم دینے کے ساتھ خاصی حد تک ان کی کفالت بھی کرتے ہیں، ان کے قیام و طعام کا انتظام کرتے ہیں اور ان کے دوسرے ضروری مصارف کا مالی بوجھ برداشت کرتے ہیں، اگر یہ مدارس نہ ہوتے تو بڑی تعداد میں ایسے غریب طلبہ تعلیم سے محروم رہ کر جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ہوتے، اس کا اندیشہ ہوسکتا تھا کہ وہ غلط راستوں پر نکل جاتے اور ملک وقوم کیلئے نافع بننے کے بجائے زحمت اور ضرر رساں بن جاتے۔ اللہ کی پناہ!

مختصر یہ کہ مدارس پوری دنیا میں مثالی تعلیمی، اصلاحی اور فلاحی این جی اوز ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان (جس کے تحت تقریباً اٹھارہ ہزار مدارس کام کر رہے ہیں) کی خدمات کا پوری دنیا میں اعتراف کیا گیا ہے۔

الحمد للہ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ میں سعودی عرب میں رابطۃ العالم الاسلامی کے ادارے "الھیئۃ العالمیۃ لتحفیظ القرآن الکریم" کے زیرِ اہتمام ایک باوقار تقریب میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کو خدمتِ قرآن کے میدان میں نمایاں کام کرنے پر اور مدارس کے ذریعے دنیا میں سب سے زیادہ

حفاظ تیار کرنے پر خدمتِ قرآن انٹرنیشنل ایوارڈ دیا گیا، (واضح رہے کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت خدمت کرنے والے مدارس اسلامیہ اور مکاتبِ قرآنیہ نے ۱۴۳۵ھ کے سال میں تریسٹھ ہزار پانچ سو چھپن حفاظ وحافظات تیار کیے تھے)۔ فللہ الحمد و له الشکر.

یا رب این تعمیر محکم تا ابد معمور باد
چشم بد از دامن جاہ و جلالش دور باد

(یا اللہ! یہ مضبوط عمارت ہمیشہ آباد رہے، بُری نظر اس کے بلند پایہ مرتبے ومقامِ بلند سے دور رہے۔) (آمین)

خاموشی۔ ذریعۂ نجات

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ صَمَتَ نَجَا. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ.
(مِشْكٰوةُ الْمَصَابِيْحِ ص ٤١٣)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، رضی اللہ عنہ، نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

تشریح: یہ مختصر ترین حدیث شریف صرف ایک چھوٹے سے جملہ بلکہ صرف تین لفظوں پر مشتمل ہے لیکن اس میں دنیا و آخرت کی نجات کا ذریعہ بتا دیا گیا ہے، کہ اگر انسان فضول بولنے کی عادت ترک کردے اور حتی الامکان خاموشی کا راستہ اختیار کرلے تو دنیا میں فتنوں سے اور آخرت میں گناہوں سے اس کی نجات ہوجاتی ہے ''جو خاموش رہا اس نے نجات پائی''۔

ڈاکٹر مولانا محمد یونس خالد

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور وحدتِ اُمّت

اتحاد امت کا قیام ملت اسلامیہ کا وہ عظیم خواب ہے جس کی درست تعبیر ہی امت کی سرخروئی کی نوید ثابت ہوسکتی ہے۔ ماضی میں اسی وحدت ملی یا خلافت کی بدولت مسلم امہ ہزار سال سے زیادہ عرصہ پوری دنیا میں ناقابل تسخیر طاقت بن کر حکومت کرتی رہی ہے۔ جبکہ آج اسی اتحاد کے فقدان کے باعث امت مسلمہ کو ہر جگہ خفت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے چاہے وہ فلسطین وکشمیر کا مسئلہ ہو یا افغانستان، شام اور برما کا ایشو، مسلم معاشرے کے معاشرتی مسائل ہوں یا سیاسی مسائل، امت مسلمہ کے ایک پلیٹ فارم پر جمع نہ ہونے، مسلم دنیا کے محفوظ مستقبل کے لئے اسی پلیٹ فارم سے موثر اسٹریٹجی کی تشکیل میں ناکامی اور اپنے مسائل کے حل کے لئے مغرب کی طرف دیکھنے کی عادت کی وجہ سے پوری دنیا آج یہ تماشا دیکھ رہی ہے کہ امت مسلمہ ہر جگہ لٹ اور پٹ رہی ہے۔ جبکہ مغربی طاقتیں پری پلین حکمت عملی کے تحت اس امت کو ناکامیوں اور ہزیمتوں کے ولدل میں پھنسانے کی ہر ممکن کوششیں کر رہی ہیں، کیونکہ وہ مسلم امہ کو اپنی تہذیب وتمدن، کلچر اور دنیا پر اپنی سیاسی بالادستی کے قیام کے سامنے رکاوٹ سمجھ رہی ہیں، بہر حال مسلم امہ کے سامنے یہ بہت بڑا ایشو ہے۔

اس صورت حال کو پیدا کرنے میں جہاں مغربی طاقتوں کی سازشیں کارفرما ہیں وہیں امت مسلمہ کی اندرونی کمزوریاں بھی کچھ کم نہیں، ان میں سرفہرست مسلکی ومذہبی اختلافات وافتراقات ہیں جنہوں نے مسلم امہ کے جسم کو زخموں سے چور چور کر رکھا ہے۔ مسلم معاشروں میں مسلک کی بنیاد پر چھوٹی چھوٹی باتوں میں ایک دوسرے کے خلاف منافرت اور ہیجان انگیزی وہ بنیادی مسئلہ ہے جس سے ایک طرف مسلم معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے باہمی تعاون، جو کامیاب معاشرت کی کلید ہے کا فقدان پایا جاتا ہے وہیں مسلم دشمن طاقتیں مسلمانوں کی اس کمزوری سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ بہر حال مسلم معاشرہ کے لئے یہ ایک افسوسناک اور

نا قابل برداشت صورت حال ہے جس کی جلد سے جلد تلافی کی ضرورت ہے۔اس صورت حال کو دیکھ کر ملت کا ہر ذی شعور اور فکر مند انسان درد و اضطراب محسوس کرتا ہے۔حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ بھی امت کے لئے شدت سے درد محسوس کرنے والوں میں سے تھے۔حضرت مفتی صاحبؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں وہ اپنے علم وفضل ،خلوص وتقوی ، بالغ نظری اور وسعت قلبی کی وجہ سے ہر مسلک ومکتب فکر میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

اللہ تعالی نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو امت کے لئے دردمند دل عطافرمایا تھا وہ امت کے باہمی افتراقات سے ہر وقت رنجیدہ رہتے تھے،ان کی کوشش ہوتی تھی کہ امت مسلمہ جزوی، فقہی وفروعی اختلافات میں الجھنے اور اپنی توانائیاں اپنے ہی بھائیوں کے خلاف استعمال کرنے کی بجائے وحدت امت کے تصور کو قائم کرنے میں صرف کرے۔فروعی اختلافات جو معاشرے کے شعور کی علامت ہیں وہ جائز حدود میں رہیں اور کسی بھی طور باہمی مخالفت ومنافرت کی صورت اختیار نہ کریں۔ بہرحال وہ زندگی بھر اپنے قلم وقرطاس اور زبان وبیان سے اس کی پوری کوشش کرتے رہے اور اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی رہے کیونکہ ان کے مزاج اور کوششوں کا رنگ آج بھی ان کے زیر اثر حلقوں میں جھلکتا ہے اور ان حلقوں میں آج بھی امت میں اتحاد کے لئے پوری توانائیاں صرف کی جاتی ہیں،اور وہ اثر وقت کے ساتھ ساتھ مزید گہرا ہوتا جارہا ہے۔حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے وحدت امت کی ضرورت واہمیت اور اس کے فقدان کے نقصانات کے حوالہ سے فیصل آباد میں علماء کرام کے ایک مجمع میں بیان کیا تھا جو بعد میں وحدت امت کے نام سے کتابچے کی شکل میں کئی مرتبہ چھپا۔زیر نظر مضمون میں اسی کتابچے کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ اپنی اس کتاب میں سورۂ نساء کی پہلی آیت: ''اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا (نساء: آیت:۱) اور خطبہ حجۃ الوداع جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اسلام میں کالے گورے اور عربی وعجمی کا کوئی امتیاز نہیں سب ایک ہی ماں اور باپ سے پیدا ہونے والے افراد ہیں'' کو سامنے رکھ کر فرماتے ہیں کہ پوری انسانیت ایک ہی کنبہ اور برادری سے تعلق رکھتی ہے۔اور پھر سورۃ الحجرات کی آیت: کہ تمام مومن بھائی بھائی ہیں (الحجرات: آیت ۱۰) کو سامنے رکھ کر تمام مسلمانوں کو ایک مستقل برادری قرار دیتے ہیں۔یوں پوری انسانیت ایک برادری

اور تمام مسلمان ایک مستقل کنبہ قرار پاتے ہیں۔ مسلم برادری کا آپس میں ملی سطح کا اخوت و بھائی چارہ کا رشتہ ہے جو دنیا کے ہر رشتے سے مضبوط اور کیفیات سے بھرپور ہے۔ جس کا حقیقی مظاہرہ تاریخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات کے عمل سے ہوا تھا، بہرحال یہ رشتہ آج بھی قائم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ ارشاد فرمایا: مسلمانوں کی باہمی اخوت ومحبت کی مثال اس ایک جسم کی سی ہے، جس کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے (ترمذی)۔ اسی طرح ملت اسلامیہ کا باہمی رشتہ ہونا چاہیے کہ دنیا کے کسی بھی کونے میں اگر کسی مسلمان کو تکلیف ہو تو اس کا درد پوری امت کے جسم میں محسوس ہونا چاہیے۔ ملی سطح پر اس کے حل کے لئے کوششیں ہونی چاہئیں، ممکنہ اقدامات اور بہترین حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے اور مسلمانوں کے اس مصیبت زدہ گروہ کو چھٹکارا دلانے تک امت کو چین سے نہیں بیٹھنا چاہیے۔ لیکن بدقسمتی سے آج امت مسلمہ اختلافات کا شکار ہے، ملی سطح پر کوئی مؤثر پلیٹ فارم موجود نہیں اگر کہیں ہے تو وہ موثر ومتحرک نہیں کہ وہ کوئی اہم کردار ادا کر سکے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اختلاف رائے بذات خود کوئی بُری چیز نہیں بلکہ وہ انسانی شعور کی پہچان ہے لیکن ہر چیز کی طرح اس کی بھی حدود ہیں، اگر وہ حدود کے اندر رہے تو وہ ایک نعمت ہے کہ اس سے فکر وشعور کے سربستہ راز کھلتے ہیں، لیکن اگر وہ حدود سے تجاوز کرے تو پھر وہ افتراق کی شکل اختیار کر کے معاشرے کے لئے ناسور بن سکتا ہے۔ موجودہ وقت میں تقریباً ہر جگہ اختلاف کی حدود سے تجاوز کا ارتکاب پایا جاتا ہے جس کے خوفناک نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ نظری مسائل میں آراء کا اختلاف نہ مضر ہے نہ اس کو مٹانے کی ضرورت ہے نہ مٹایا جا سکتا ہے۔ اختلاف رائے نہ وحدت اسلامی کے منافی ہے نہ کسی کے لئے مضر، اختلاف رائے ایک فطری اور طبعی امر ہے جس سے نہ کبھی انسانوں کا کوئی گروہ خالی رہا، نہ رہ سکتا ہے۔ کسی جماعت میں ہر کام اور ہر بات میں مکمل اتفاق رائے صرف دو صورتوں میں ہو سکتا ہے، ایک یہ کہ ان میں کوئی سوجھ بوجھ والا انسان نہ ہو جو معاملہ پر غور کر کے کوئی رائے قائم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اس لئے ایسے مجمع میں ایک شخص کوئی بات کہہ دے تو دوسرے سب اس پر اس لئے اتفاق قائم کر سکتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی رائے اور بصیرت ہی نہیں۔ دوسرے اس صورت میں مکمل اتفاق رائے ہو سکتا ہے کہ مجمع کے لوگ ضمیر فروش اور خائن ہوں کہ ایک بات کو غلط اور مضر جانتے ہوئے محض دوسروں کی رعایت سے اختلاف کا اظہار نہ

کریں ۔لیکن جہاں عقل بھی ہو اور دیانت بھی یہ ممکن نہیں کہ ان میں اختلاف رائے نہ ہو۔اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف رائے عقل و دیانت سے پیدا ہوتا ہے ۔اس لئے اس کو اپنی ذات کے اعتبار سے مذموم نہیں کہا جا سکتا ۔اگر حالات ومعاملات کا صحیح جائزہ لیا جائے اور اختلاف رائے اپنی حدود کے اندرر ہے تو وہ کبھی کسی قوم وجماعت کے لئے مضر نہیں ہوتا بلکہ بہت سے مفید نتائج پیدا کرتا ہے۔اسلام میں مشورہ کی تکریم اور تاکید فرمانے کا یہی منشاء ہے کہ معاملہ کے متعلق مختلف پہلو اور مختلف آراء سامنے آجائیں تاکہ فیصلہ بصیرت کے ساتھ کیا جاسکے ۔اگر اختلاف رائے ہی کو مذموم سمجھا جائے تو مشورہ کا فائدہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔

انتظامی اور تجرباتی امور میں اختلاف رائے تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بھی ہوتا رہا۔خلفاء راشدینؓ اور عام صحابہ کرامؓ کے عہد میں امور انتظامیہ کے علاوہ جب نئے حوادث اور شرعی مسائل سامنے آئے جن کا قرآن وحدیث میں صراحۃً ذکر نہ تھا یا قرآن کی ایک آیت کا دوسری آیت یا ایک حدیث کا دوسری حدیث سے بظاہر تعارض نظر آیا تو ان کو قرآن وسنت کی نصوص میں غور وفکر کر کے تعارض کو رفع کرنے اور شرعی مسائل کے استخراج میں اپنی رائے اور قیاس سے کام لینا پڑا، یوں ا ن میں اختلاف رائے ہوا جس کا ہونا عقل ودیانت کی بناء پر ناگزیر تھا۔بہر حال غیر منصوص یا مبہم معاملات حلال وحرام ، جائز وناجائز میں بھی صحابہ کرامؓ کی آراء کا اختلاف کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں، پھر صحابۂ کرام کے شاگرد حضرات تابعینؒ کا یہ عمل بھی ہر اہل علم کو معلوم ہے کہ ان میں سے کوئی جماعت کسی صحابی کی رائے کو اختیار کر لیتی تھی اور کوئی ان کے مقابل دوسری جماعت دوسرے صحابی کی رائے پر عمل کرتی تھی لیکن صحابہؓ وتابعینؒ کے اس پورے خیر القرون میں ، اس کے بعد ائمہ مجتہدین اور ان کے پیروؤں میں کہیں ایک واقعہ بھی اس طرح کا سننے میں نہیں آیا کہ ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق کہتے ہوں یا کسی کو مخالف فرقہ اور گروہ سمجھ کر ایک دوسرے کے پیچھے اقتداء کرنے سے روکتے ہوں یا کوئی مسجد میں آنے والا لوگوں سے یہ پوچھ رہا ہو کہ یہاں کے امام اور مقتدیوں کا اذان واقامت کے صیغوں، قرأت فاتحہ، رفع یدین وغیرہ میں کیا مسلک ہے؟ ان اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے کے خلاف جنگ وجدل یا سب وشتم ،توہین، استہزاء اور فقرہ بازی کا تو ان مقدس زمانوں میں کوئی تصور ہی نہ تھا۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ کچھ چیزیں قرآن وسنت کی تصریحات سے منصوص ہیں کہ وہ حرام یا

ناجائز ہیں۔ مثلاً سود، شراب، رشوت اور جوا وغیرہ کی حرمت۔ ان میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں اور نہ سلف صالحین کا ان کی حرمت میں اختلاف رہا۔ ان میں اختلاف کرنا تو دین کی واضح نصوص کا انکار ہے جو باتفاق امت، گمراہی والحاد ہے۔ ایسا کرنے والے سے براءت کا اعلان عین تقاضاء ایمان ہے۔ لیکن رواداری کی تلقین اور اختلاف رائے کے باوجود اپنے مخالف کی رائے کا احترام صرف ایسے مسائل میں ہے جو یا تو قرآن وسنت میں صراحۃً مذکور نہیں یا مذکور ہیں مگر ایسے اجمال یا ابہام کے ساتھ کہ ان کی تشریح وتفسیر کے بغیر ان پر عمل نہیں ہوسکتا۔ یا دو آیتوں یا دو روایتوں میں بظاہر کچھ تعارض نظر آتا ہے۔ ان سب صورتوں میں مجتہد عالم کو قرآن وسنت اور تعامل صحابہ وغیرہ میں غور وفکر کرکے یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ اس کا منشاء ومفہوم کیا ہے اور اس سے کیا احکام نکلتے ہیں؟ اس صورت میں ممکن ہے کہ ایک عالم یا مجتہد اپنے اجتہاد کے مطابق اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ چیز حرام اور ناجائز ہے اور دوسرا مجتہد اپنے اجتہاد اور کوشش کے ذریعے اس نتیجے پر پہنچے کہ وہی چیز حلال ہے۔ ایسی صورت میں یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر وثواب کے مستحق قرار پاتے ہیں کیونکہ دونوں نے اپنی سی پوری کوشش کی ہے۔ ایسے اختلافات کی صورت میں عام عوام کے لئے بڑی آسانی ہے کہ جس اہل علم پر آپ کو زیادہ اعتماد ہو اس کی تحقیق پر عمل کریں اور دوسرے عالم کا بھی پورا پورا احترام ملحوظ رکھیں۔

اور دوسری بات یہ کہ مذکورہ بالا غیر منصوص مسائل میں ہر مجتہد اپنی کوشش واجتہاد سے جس نتیجے تک پہنچے اللہ کے ہاں وہ اپنی مخلصانہ کوشش کی وجہ سے اجر کا مستحق ہے اگر درست نتیجے پر پہنچا دو اجر ملیں گے ایک اجر کوشش کا اور دوسرا درست نتیجے تک رسائی کا۔ لیکن غلط نتیجے پر پہنچا تو پھر بھی بہرحال اپنی بھرپور کوشش کی وجہ سے ایک اجر ضرور پائے گا۔ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ سابق صدر دار العلوم دیوبند نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اجتہادی مسائل اور ان میں اختلاف کے بارے میں میرا گمان تو یہ ہے کہ ان میں صحیح وغلط کا فیصلہ دنیا میں تو کیا محشر میں بھی اس کا اعلان نہیں ہوگا۔ کیونکہ جس رب کریم نے کسی مجتہد کے خطا پر ہونے کے باوجود اس کو ایک اجر دینے کا وعدہ کیا ہے اور اس کی خطا پر پردہ ڈالا ہے اس کی رحمت سے بہت بعید ہے کہ روز محشر وہ اپنے ان مقبول بندوں کی خطا کا اعلان کردیں۔ حاصل یہ کہ جن مسائل میں صحابہؓ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کا نظری اختلاف ہوا ہے ان میں قطعی فیصلہ نہ یہاں ہوگا نہ آخرت میں، کیونکہ عمل کرنے والوں کے لئے ان میں سے ہر ایک کی رائے پر اپنی ترجیح کے مطابق عمل کرنا جائز قرار دیا گیا، اور جس نے اس کے مطابق عمل کیا وہ فرض سے سبکدوش ہوگیا۔ ان

مسائل میں کوئی عالم کتنی ہی تحقیقات کرلے یہ ممکن نہیں کہ اس کی تحقیق کو یقینی طور پر حق قرار دیا جائے اور اس کے مقابل کو باطل قرار دیا جائے۔

پھر افتراق امت کے اسباب بیان کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب دو اہم اسباب کی نشاندہی کرتے ہیں، ان میں سے پہلا سبب وہ غلو کو قرار دیتے ہیں، فرماتے ہیں! میرے نزدیک بین المسالک جنگ وجدل کا ایک بہت بڑا سبب فروعی اور اجتہادی مسائل میں تحزب وتعصب اور اپنی اختیار کردہ راہ عمل کے خلاف کو عملاً باطل اور گناہ قرار دینا اور اس پر عمل کرنے والوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا ہے جو اہل باطل اور گمراہوں کے ساتھ کرنا چاہیے تھا۔ ان میں سے بعض حضرات کا غلو یہاں تک بڑھا ہوا ہے کہ اپنے سے مختلف رائے رکھنے والوں کی نماز کو فاسد اور ان کو تارک قرآن سمجھ کر اپنے مخصوص مسلک کی اس طرح دعوت دیتے ہیں جیسے کسی منکر اسلام کو اسلام کی دعوت دی جارہی ہو۔ معلوم نہیں یہ حضرات اسلام کی بنیادوں پر چاروں طرف سے حملہ آور طوفانوں سے باخبر نہیں یا جان بوجھ کر اغماض کرتے ہیں۔

اسی کے ساتھ دوسری غلطی ان اجتہادی مسائل میں اختلاف کے حدود کو توڑ کر تفرق وتشتت اور جنگ وجدل اور ایک دوسرے کے ساتھ تمسخر واستہزاء تک پہنچ جانا ہے جو کسی شریعت وملت میں روا نہیں، اور افسوس ہے کہ یہ سب کچھ خدمت علم دین کے نام پر کیا جاتا ہے اور جب معاملہ ان علماء کے متبعین عوام تک پہنچتا ہے تو وہ اس لڑائی کو ایک جہاد قرار دے کر لڑتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کا جہاد خود اپنے ہی دست وبازو سے ہونے لگے اس کو کسی غنیم کی مدافعت اور کفر والحاد کے ساتھ جنگ کی فرصت کہاں؟ قرآن وحدیث میں اسی تجاوز عن الحدود کا نام تفرق ہے جو جائز اختلاف رائے سے الگ ایک چیز ہے۔

آگے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ جماعتی سطح کے غلو اور اس کی اصلاح پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہماری دینی جماعتیں جو تعلیم دین یا ارشاد وتلقین یا دعوت وتبلیغ اور اصلاح معاشرہ کے لئے قائم ہیں اور اپنی جگہ مفید خدمات انجام دے رہی ہیں۔ ان میں بہت سے علماء وصلحاء اور مخلصین کام کررہے ہیں، اگر یہی متحد ہو کر تقسیم کار کے ذریعے دین میں پیدا ہونے والے تمام رخنوں کے انسداد کی فکر اور امکانی حد تک باہم تعاون کرنے لگیں اور اقامت دین کے مشترک مقصد کی خاطر ہر جماعت دوسری جماعت کو اپنا دست وبازو

سمجھے اور دوسروں کے کام کی ایسی ہی قدر کریں جیسی اپنے کام کی کرتے ہیں، تو یہ مختلف جماعتیں اپنے اپنے نظام میں الگ رہتے ہوئے بھی اسلام کی ایک عظیم الشان طاقت بن سکتی ہیں اور ایک عمل کے ذریعے اکثر دینی ضرورتوں کو پورا کر سکتی ہیں۔

مگر عموماً ہو یہ رہا ہے کہ ہر جماعت نے جو اپنے سعی و عمل کا ایک دائرہ اور نظام عمل بنایا ہے جماعت کے لوگ خدمت دین کو اسی جماعت میں منحصر سمجھ رہے ہیں گو زبان سے نہ کہیں۔ دوسری جماعتوں سے غیر ضروری بات بات پر اختلاف، مخالفت بلکہ بعض اوقات جنگ وجدل تک کی نوبت آجاتی ہے اگر جنگ وجدل بھی نہ کریں تو دوسری جماعتوں کی بے قدری تو ضرور کی جاتی ہے، اس کے نتیجے میں دینی کاز کی حامل ان جماعتوں میں ایک قسم کا تشتت پایا جاتا ہے۔ اس تشتت کا اثر اس اجتماعی کاز پر پڑتا ہے جو حقیقی معنوں میں آگے نہیں بڑھتا۔

غور کرنے سے اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقصد سب کا ایک ہی ہے یعنی دین کی اشاعت، دین کا نفاذ اور مسلمانوں کی علمی، عملی واخلاقی اصلاح ہے، کہ کسی نے مدارس قائم کر کے خدمت انجام دی، کسی نے دعوت وتبلیغ کا منصب سنبھالا، کسی نے تنظیم یا انجمن بنا کر کردار ادا کیا اور کسی نے تصنیف وتالیف اور اشاعت وتحریر کا نظام بنایا۔ یہ سب کام اگرچہ مختلف ہیں مگر ایک ہی حقیقت کے مختلف اجزاء ہیں، ان مختلف محاذوں پر جو مختلف جماعتیں کام کریں گی یہ ضرور ہے کہ ہر ایک کا نظام عمل مختلف ہوگا اس لئے کہ ہر جماعت نے بجا طور پر سہولت کے لئے اپنے اپنے مذاق اور ماحول کے مطابق ایک نظام عمل بنا رکھا ہے، اب ظاہر ہے کہ اصل مقصد یعنی دین کی سربلندی کی کوشش کے منصوص اور قرآن وسنت سے ثابت شدہ ہونے کے باوجود یہ جماعتیں اور ان کا سارا نظام عمل جو اس مقصد کے حصول کے لئے قائم ہے کوئی منصوص چیز نہیں، اس میں حسب ضرورت تبدیلیاں بھی کی جاسکتی ہیں اور ایک دوسرے کے حریف بننے کے بجائے حلیف ورفیق بن ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، تقسیم کار کے طور پر بھی کام کیا جاسکتا ہے۔ حالات اور ماحول بدلنے پر ایک نظام عمل کو ترک کر کے دوسرا نظام عمل بنانا بھی کوئی مکروہ عمل نہیں۔ لیکن ان کاموں میں بھی دینی جماعتوں میں غلو پایا جاتا ہے تقریباً ہر جماعت نے اپنے مجوزہ نظام عمل کو مقصد منصوص کا درجہ دے رکھا ہے۔ جو شخص اس کے

قائم کردہ نظام عمل میں شریک نہیں ہوتا اس کو اپنا حریف سمجھا جاتا ہے بلکہ عملاً دین سے منحرف سمجھ لیا جاتا ہے۔ اس غلو کے نتیجے میں وہی تعصب اور گروہ بندی کی آفتیں اچھے خاصے دینداروں میں پائی جاتی ہیں جو جاہلی عصبیتوں میں مبتلا لوگوں میں ہوتی ہیں۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا وحدت امت نامی یہ کتابچہ عصر حاضر میں مسلم معاشرے کے اہم ترین اور بنیادی مسئلے کا تفصیلی بیانیہ ہے جو ہمارے معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ کر کھوکھلا بنا رہا ہے۔ یہ کتاب امت کے اہل علم اور ہر ذی شعور فرد کے مطالعے میں ہونی چاہیے۔ خلاصہ یہ کہ عصر حاضر میں دینی جماعتوں کی سرتوڑ محنت کے باوجود ان کی محنت کے نتیجہ خیز نہ ہونے کی بنیادی وجہ باہمی اشتراک عمل کا نہ ہونا ہے۔ ہر جماعت یا ادارہ سولو فلائٹ کی کوششوں میں مصروف ہے، ہر اچھے کام کا کریڈٹ خود لینے اور بُرے کام کو دوسروں کے سر تھوپنے کے لئے کوشاں ہے۔ دوسروں کو حلیف و رفیق سمجھنے کے بجائے حریف سمجھنے کی عادت ہے دوسروں کو اپنی رائے سے اختلاف کا حق دینے کے لئے کوئی فرد یا جماعت تیار نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ معاشرے کے مختلف اداروں، جماعتوں اور تنظیموں کے کاموں کے باوجود باہمی اشتراک عمل اور تقسیم کار نہ ہونے کی وجہ سے وہ نتیجہ خیز نہیں ہوتے بلکہ الٹا معاشرہ تحزب وتشتت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور یہی حال سیاسی میدان کا ہے مسلم امہ تفرق وتشتت کی وجہ سے ایک پلیٹ فارم پر متحد نہیں ہے اور ان میں بھی اشتراک عمل نہیں پایا جاتا، جس کی وجہ سے مسلم امہ کو عالمی سطح پر رونما ہونے والے واقعات سے نمٹنے میں بدترین مشکلات کا سامنا ہے، امت مسلمہ اپنے مسائل کو اپنے ہی وسائل کے بل بوتے پر حل کرنے کے بجائے مغربی اقوام کی طرف دیکھتی ہے جو خود ان مسائل کو پیدا کرنے کی ذمہ دار ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ مسلم امہ کو اپنے اندرونی مسائل باہمی اشتراک وتعاون سے حل کرنے چاہئیں، غیر ضروری چھوٹے چھوٹے مسائل کو ایک طرف رکھ کر اتحاد امت کا ایک پلیٹ فارم بنانا چاہیے اور اسی پلیٹ فارم سے اندرونی اور بیرونی مسائل سے نمٹنے کی روش اپنانی چاہیے۔

☆☆☆

جناب عبداللہ صدیقی صاحب

ارشادات حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی، نوراللہ مرقدہ

حضرت امام شافعی، رحمۃ اللہ علیہ، کا ارشاد

ملفوظ: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ غالباً حضرت امام شافعی، رحمۃ اللہ علیہ، کا ارشاد ہے کہ: خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنے سے نگاہ بڑھتی ہے اور پشت کر کے بیٹھنے سے نگاہ گھٹتی ہے۔ اور وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ چار چیزوں سے عقل بڑھتی ہے:

(۱) کم بولنے سے (۲) مسواک کرنے سے (۳) بوڑھوں کے پاس بیٹھنے سے اور (۴) علماء کے پاس بیٹھنے سے۔

صحبت اہل اللہ

ملفوظ: فرمایا کہ لوگوں کو اہل اللہ کی صحبت نصیب نہیں ہوئی وہ بالکل بیکار ہیں اگرچہ اہل علم ہی کیوں نہ ہوں۔ محض پڑھنے پڑھانے سے کیا ہوتا ہے یعنی کفایت نہیں ہوتی، یہ نہیں ہوتا کہ نفع نہیں ہوتا۔

علماء میں استغناء

ملفوظ: فرمایا: جی چاہتا ہے کہ علماء میں دو چیزیں بالکل نہ ہوں ایک کبر اور ایک طمع۔ ان کی وجہ سے یہ بڑی دولت سے محروم رہتے ہیں۔ علماء کو اُمراء سے استغناء چاہئے، یہ لوگ ملانوں کو حقیر سمجھتے ہیں اور اس حقیر سمجھنے کا زیادہ سبب یہ ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ طامع ہوتے ہیں۔ اس سے علم اور اہل علم کی تحقیر اور حقارت ان کے دلوں میں مرکوز ہوجاتی ہے۔ علماء کو ہر وقت اس آیت قرآنی کا مراقبہ رکھنا چاہئے: وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ . دین میں ضرور محبوبیت کی شان ہے، ضرور مطلوبیت کی شان ہے اگر علماء اپنی وضع پر رہیں ضرور محبوب رہیں۔ میں استغناء تو کیا ذرا استغناء کی نقل کرتا ہوں مگر کم فہم لوگ اس پر مجھ کو ملامت کرتے ہیں کہ سخت ہے، میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میں سخت نہیں ہوں ہاں قلب میں غیرت ضرور ہے۔ اگر کوئی اس کو

سختی سمجھے اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔ جب یہ لوگ ملانوں کو حقیر سمجھتے ہیں تو ان متکبروں کے ساتھ یہی برتاؤ مناسب ہے۔ آخر غیرت اور حیاء بھی کوئی چیز ہے لیکن اگر کسی کو حس ہی نہ ہو تو اس کا کیا علاج؟

فتنوں سے بھرا زمانہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صحبتِ بزرگان

ملفوظ: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ زمانہ نہایت ہی پُرفتن ہے۔ اس میں تو ایمان ہی کے لالے پڑے ہیں، اسی وجہ سے میں نے بزرگانِ دین کی صحبت کو فرضِ عین قرار دیا ہے۔ میں تو فتویٰ دیتا ہوں کہ صحبت، بزرگانِ دین کی اس زمانے میں فرضِ عین ہے، اور اس میں شبہ کیا ہو سکتا ہے اس لئے کہ جس چیز پر تجربہ سے تحفظِ دین، تحفظِ ایمان موقوف ہو اس کے فرض ہونے میں کیا شبہ کی گنجائش ہے؟ نیز فرمایا کامل کی صحبت اکسیر اعظم ہے دیکھ لیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے صحابۂ کرامؓ کیا کچھ ہو گئے!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت

ملفوظ: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص خواب میں دیکھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے ہیں، مگر ہیئات اور حالات کا اختلاف اس لئے ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ بھی ہیں۔ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں حقہ پیتے دیکھا میں نے کہا کہ تم نے اپنی حالت دیکھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ ہیں۔ اپنی حالت تم کو نظر آئی۔

ایمان پر خاتمہ

ملفوظ: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت جس کو خواب میں ہو جاتی ہے اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

کفار کے لئے دوزخ جیل خانہ، مومنین کے لئے حمام

ملفوظ: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: وہ (اللہ تعالیٰ) اہلِ ایمان کے ساتھ ایسے رحیم اور کریم ہیں کہ اگر کوئی مؤمن دوزخ میں بھی جائے گا تو وہ دوزخ بھی دوسری نوع کی ہوگی۔ کیونکہ دوزخ میں دو حیثیتیں ہیں۔ وہ دوزخ مسلمانوں کے لئے اور طرح کی ہوگی، کفار کے لئے اور طرح کی ہوگی۔ یعنی کفار کے لئے تو وہ جیلخانہ ہے اور مسلمانوں کے لئے حمام ہے اور بعض مومنین کا نور ایمان تو اتنا قوی ہوگا کہ پل صراط پر ان کے گزرنے کے وقت آگ کہے گی کہ جزیامؤمن فإن نورک أطفأ ناری، یعنی اے مومن جلدی گزر جا۔

تیرے نورِ ایمان کی وجہ سے میں ٹھنڈی ہوئی جاتی ہوں، اگر تو ذرا ٹھہر گیا تو میں پٹ ہو جاؤں گی، اور بعضے ضعیف الایمان جو دوزخ میں جائیں گے بھی، ان کا جانا تزکیہ وتطہیر کے لئے ہوگا۔ چنانچہ کفار کی وعید میں ارشاد ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں لَا یُزَکِّیْهِمْ اور وعید میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوگیا کہ مؤمن کے لئے دوزخ موجب تزکیہ ہوگا۔ حاصل یہ کہ کفار دوزخ میں تعذیب کے لئے بھیجے جائیں گے اور مسلمان تہذیب کے لئے۔ یعنی دوزخ میں مؤمن پاک صاف کرنے کے لئے جائے گا جو اس کے لئے مثل حمام کے ہوگا۔ جب یہ ہے تو تم کیوں میلے کچیلے ہو کر جاتے ہو، پاک صاف ہو کر جاؤ۔ پھر حمام کی صورت بھی نہ دیکھنی آئے گی۔ نیز ایک تفاوت دوزخ میں مومن اور کافر کا کشفی ہے۔ یہ کشف شیخ اکبرؒ کا ہے کہ:

مؤمن دوزخ میں سوئیں گے بھی اور خواب بھی دیکھیں گے کہ جنت ہے۔ حوریں ہیں، قصور ہیں اور یہ سونا ایسا ہوگا کہ جیسے کلورا فارم سنگھا کر آپریشن کیا جاتا ہے۔ اس لئے دوزخ میں مؤمن کو موت کی سی حالت دے دی جائے گی۔ البتہ جنت میں نیند نہ ہوگی کیونکہ یہ نیند مشابہ موت کے ہے اور جنت میں موت نہیں۔ بہر حال دوزخ مؤمن کے لئے مطہر ہے گو بعض اوقات تطہیر مولم بھی ہوتی ہے۔ دیکھئے بعض میل تو ایسا ہوتا ہے کہ ٹھنڈے پانی سے دور ہو جاتا ہے اور بعض گرم پانی سے اور بعض بدون صابن لگائے دور نہیں ہوتا اور بعض بھٹی پر چڑھائے بغیر نہیں جا سکتا۔ ٹھنڈے پانی سے مراد توبہ ہے۔ گرم پانی سے مراد بیماری وحوادث ہیں۔ صابن سے مراد موت ہے۔ بھٹی سے مراد دوزخ ہے۔ پس مومن کا دوزخ میں جانا میل کچیل، داغ دھبّہ سے پاک صاف ہونا ہے۔ یہاں کی آگ میں تطہیر کی خاصیت رکھی گئی ہے۔ دیکھو جیسے گوبر ناپاک مگر جل کر، راکھ ہو کر پاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تم بھی خدا تعالیٰ کی محبت اور عشق میں جل کر فنا ہو جاؤ، مٹ جاؤ، سوختہ افروختہ ہو جاؤ۔ بس پاک صاف ہو کر پہنچو گے۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

افروختن و سوختن و جامہ دریدن   پروانہ زمن، شمع زمن، گل زمن آموخت

(روشن کرنا، جلنا اور کپڑے پھاڑنا، پروانے نے، شمع نے اور پھول نے مجھ سے سیکھا ہے۔)

ملفوظ: ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ:

نفس ایمان پر بھی دخولِ جنت ہو جاتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ دخولِ اوّلی نہ ہو۔

☆☆☆

کھانا زیادہ نہیں کھانا چاہئے

عَنْ نَافِعٍ ؒ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَأْكُلُ حَتّٰى يُؤْتٰى بِمِسْكِيْنٍ يَأْكُلُ مَعَهُ ، فَأَدْخَلْتُ رَجُلًا يَأْكُلُ مَعَهُ، فَأَكَلَ كَثِيْرًا فَقَالَ يَا نَافِعُ! لَا تُدْخِلْ هٰذَا عَلَيَّ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِيْ مِعًى وَاحِدٍ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ أَمْعَاء. (صحيح البخاري ، صحيح مسلم ، كتاب الأطعمة)

ترجمہ: حضرت نافعؒ (جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے خاص شاگرد اور خادم تھے) بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر اکیلے کھانا نہیں کھاتے تھے، کسی مسکین کو لایا جاتا تو اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ نافع کا کہنا ہے کہ ایک دن میں ایک صاحب کو لے کر آیا تو اس نے بہت زیادہ کھایا۔ بعد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھ سے فرمایا! اسے میرے پاس نہ لایا کرو۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔ (فتح الباری ص ۵۳۶ ج ۹ اور تکملہ فتح الملہم ص ۵۰ ج ۴)

مولانا خورشید حسن قاسمی
(دارالعلوم دیوبند)

مرتّب ایضاح البخاری حضرت ظفر بجنوریؒ کا حضرت کاشف الہاشمیؒ سے کسبِ فیض

تاریخ، ادب، صحافت، انشاء پردازی، مقالہ نویسی اور مضمون نگاری کے حوالہ سے مولانا ریاست علی ظفر صاحب بجنوریؒ کی گرانقدر شخصیت دراصل حضرتؒ کے خصوصی مربی و مشفق استاذ جناب مولانا کاشف الہاشمی راجو پوریؒ کی مرہونِ منت ہے۔

مولانا کاشف الہاشمی صاحبؒ دیوبند کے قریب واقع خاندانِ سادات وشیوخ کی قدیم بستی راجو پور کے باشندے تھے، جن کا شمار علمائے دین اور نامور دانشورانِ دیوبند میں ہوتا ہے اور جنہوں نے تقریباً نصف صدی قبل رواں دواں سلیس اردو میں سب سے پہلے لغات اور فرہنگ کے اعتبار سے آسان تفسیر قرآن کریم، تفسیر ہدایت القرآن' کا آغاز فرمایا جو اردو تفاسیر میں ایک یادگار شاہکار کی حیثیت سے متعارف ہے، اس کے علاوہ اردو میں 'تفسیر طنطاوی' و'تفسیر مظہری' کے ابتدائی حصے کا ترجمہ فرمایا جو عرصہ سے بازار میں نایاب ہے، البتہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ مولانا بجنوریؒ کا خصوصی تعلق زمانۂ طالبعلمی میں خاص طور سے مولانا کاشف الہاشمیؒ سے رہا۔ آخر الذکر مولانا موصوفؒ راقم الحروف کے تاریخی آبائی مکان، نبیہ منزل، میں طویل عرصہ قیام پذیر رہے 'نبیہ منزل' یہ دیوبند کا وہی تاریخی قدیم مکان ہے، جو ایک دانش گاہ کی حیثیت رکھتا ہے، جس میں دورِ طالب علمی میں منتسب شیخ الہندؒ مولانا نبیہ حسن صاحبؒ سابق استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند کے تلامذہ کی حیثیت سے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ، مہتمم دارالعلوم دیوبند جیسی برگزیدہ شخصیات کی آمدورفت رہتی تھی، تقسیم ہند کے موقع پر دانشورانِ دیوبند کا یہی مکان ''دارالمشورہ'' بھی رہا۔ مذکورہ تاریخی ''دانش گاہ'' اور راقم الحروف کے جدّی مکان میں دارالعلوم کے جید الاستعداد طلباء کا ہمہ وقت اجتماع رہتا تھا، جو کہ حضرت مولانا کاشف الہاشمی صاحبؒ سے خوب خوب کسب فیض فرماتے، ان طلباء

میں حضرت مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ، مولانا عبدالجلیل راغبی آسامی، مولانا ابوالحسن صاحبؒ بارہ بنکوی، مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی وعالی جناب مولانا حسیب صدیقی وبرادر مکرم حضرت مولانا شاہد حسن صاحب قاسمیؒ سابق استاذ دارالعلوم دیوبند جیسے ممتاز فضلائے دارالعلوم تھے۔

آبائی مکان ہونے کی وجہ سے بچپن میں راقم الحروف کی مذکورہ مکان میں ہر وقت حاضری رہتی اور مذکورہ حضرات سے خانگی نوعیت کا رابطہ رہتا اور ان حضرات کے والد ماجد حضرت مولانا سیّد حسن صاحبؒ سابق استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے مخصوص تلامذہ ہونے کی وجہ سے مذکورہ حضرات کی والد صاحبؒ کی خدمت میں بکثرت حاضری رہتی اور زیادہ تر مولانا ریاست علی صاحبؒ کا خارجی وقت احقر کے اسی جدّی مکان میں گذرتا، اس کے علاوہ حضرتؒ کے برادر نسبتی جناب مولانا برہان الحق صاحب قاسمی بجنوری استاذ شعبۂ فارسی، دارالعلوم دیوبند کی راقم الحروف کے ساتھ تقریباً پانچ سال تک شعبۂ فارسی میں رفاقت رہی اور جماعتِ فارسی کی اہم کتب میں ساتھ رہا، اس وجہ سے بھی راقم کی حضرتؒ کے سسرالی مکان میں مستقل آمدورفت رہتی جس کی وجہ سے حضرتؒ سے احقر کا تعلق گھر جیسا رہا، چنانچہ اسی مشفقانہ تعلق کا مولانا اکثر اظہار بھی فرماتے، ماضی میں راقم الحروف کو خانگی مسائل میں مختلف النوع دشوار کن مراحل کا سامنا ہوا اور مختلف حوادث سے گزرنا ہوا، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

بہرحال ذاتی وخانگی نوعیت کے پیچیدہ مسائل میں مولاناؒ کی احقر کے ساتھ پوری معاونت رہی اور حضرتؒ نے ہر موقع پر راقم الحروف کی سرپرستی فرمائی، آج حضرتؒ کی شفقتیں رہ رہ کر یاد آرہی ہیں، حضرت مولاناؒ درحقیقت اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، ایک تاریخ اور ایک تحریک تھے، حضرتؒ کی وفات حسرت آیات سے آج اہل خانہ کے علاوہ تمام ہی علمی حلقے آہ بلب اور اشکبار ہیں، نصف صدی سے زائد مولانا کی تدریسی، تصنیفی، ادبی، صحافتی وسماجی خدمات کا تقاضا ہے کہ حضرتؒ کی شخصیت پر سیمینار منعقد کئے جائیں اور حضرتؒ کے سانحۂ وفات کی وجہ سے جو علمی خدمات درمیان میں رہ گئی ہیں اُن کی تکمیل کا انتظام کیا جائے اور یہ کام حضرتؒ کے صاحبزادگان کے ذریعے زیادہ آسان ہیں اور احقر کی ذاتی رائے میں اس یادگار وتاریخی اقدام کے لئے حضرتؒ کے صاحبزادگان وحضرتؒ کے علوم کے حقیقی امین اور ترجمان عزیزم مفتی محمد سعدان قاسمی سلمہٗ سے بظاہر زیادہ توقع کی جاسکتی ہے۔

خداوند قدوس حضرتؒ کی مغفرت فرمائیں اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائیں، آمین۔

☆☆☆

ڈاکٹر محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین صرف ایسے سوالات ارسال فرمائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے گریز فرمائیں.................... (ادارہ)

سوال: میرا کام affiliate marketing سے متعلق ہے، اس کاروبار کی تفصیل یہ ہے کہ میں بارہ ممالک مثلاً امریکا، انگلینڈ وغیرہ کے مختلف سپر اسٹورز کی اشیاء کی تشہیر اپنی ویب سائٹ پر کرتا ہوں جس کا وہ کچھ فیصد کمیشن مجھے دیتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی کسٹمر کو کسی چیز کی ضرورت ہے، تو وہ اپنی مطلوبہ چیز کے لئے ایک اسٹور سے رابطہ کرتا ہے، اسٹور اُس کسٹمر سے کہتا ہے کہ اگر آپ کو اپنی مطلوبہ چیز ڈسکاؤنٹ کے ساتھ چاہئے تو اگر آپ کے پاس کوپن کوڈ ہے تو آپ اس کو مہیا کریں، ہم آپ کو ڈسکاؤنٹ کے ساتھ یہ چیزیں دیں گے۔ کسٹمر کوپن کوڈ کے سلسلہ میں سرچ کرتا ہے تو ہمارا ایڈ google پر چل رہا ہوتا ہے، جب کسٹمر ہمارا ایڈ کھولتا ہے تو ہم اسے کوڈ فراہم کر دیتے ہیں۔ اگر کسٹمر چیز خرید لیتا ہے تو اسٹور ہمیں مخصوص کمیشن دیتا ہے، یہ کوپن کوڈ ہمیں اسٹور ہی فراہم کرتا ہے، اسٹور کا اِس طریقہ کو اختیار کرنے کا مقصد اپنے اسٹور کی بڑے پیمانہ پر تشہیر کرنا ہوتا ہے، اسی لئے یہ کوپن کوڈ ہمیں بلا کسی معاوضہ کے فراہم کیا جاتا ہے، البتہ اسٹور کمیشن کی ادائیگی فوراً نہیں کرتا کیونکہ اسٹور کسٹمر کو ایک ماہ کی return validity دیتا ہے۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسٹمر ایک ماہ کے اندر چیز واپس کر دے تو پھر اسٹور کسٹمر کو پیسہ واپس کر دیتا ہے، اس صورت میں اسٹور ہمیں کمیشن نہیں دیتا) یہ خریداری عام طور پر کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ ہوتی ہے، جب اسٹور کو وہ قیمت مل جاتی ہے تو پھر اسٹور ہمیں پہلے سے طے شدہ کمیشن دے دیتا ہے۔

نیز یہ بات واضح رہے کہ کمیشن فروخت ہونے والی چیز کی مالیت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، اگر چیز زیادہ دام میں فروخت ہوئی تو کمیشن بھی زیادہ ملے گا، اور اگر کم دام میں فروخت ہوئی تو کمیشن کم ملتا ہے۔ (خلاصہ یہ کہ کمیشن لم سم نہیں ہوتا، بلکہ فیصد سے ہوتا ہے، مثلاً دس فیصد یا پانچ فیصد وغیرہ) یہاں ایک بات کی مزید وضاحت ضروری ہے کہ اس کاروبار کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ایک ویب سائٹ بنائی جائے

جس پر اسٹورز کی مصنوعات کی تشہیر کی جائے۔

مجھے اپنی ویب سائٹ Google کے ذریعہ چلانا ہوتی ہے، یعنی Google کے پیج پر اپنی ویب سائٹ پر اپنا ایڈ show کرواتا ہوں، جس کے Google مجھ سے چارجز وصول کرتا ہے، اور اِن چارجز کے وصول کرنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی کسٹمر میرا ایڈ کھولتا ہے، تو صرف ایک دفعہ کھولنے سے Google مجھ سے متعینہ فیس مثلاً ۲۰ روپے وصول کرتا ہے، (اگر Google میری ویب سائٹ کو سب سے اونچا رکھے تو اِس کے چارجز زیادہ ہوتے ہیں، Google کا مجھ سے صرف اتنا ہی تعلق ہوتا ہے، اُسے میرے کمیشن سے کوئی مطلب نہیں، کسٹمر کوئی چیز خریدے یا نہ خریدے، مجھے Google کو ادائیگی کرنی ہوتی ہے۔ مجھے کمیشن جب ہی ملتا ہے جب کوئی کسٹمر میری ویب سائٹ کے ذریعہ خریداری کرتا ہے۔لہٰذا اِس ساری تفصیلات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مجھے درج ذیل سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں:

(۱)---کیا میرا مذکورہ طریقہ سے اسٹور سے کمیشن لینا درست ہے، جب کہ مجھے کمیشن صرف اُسی وقت ملے گا جب کسٹمر اسٹور کو ادائیگی کر دے گا؟

(۲)---کسٹمر جب بھی میری ویب سائٹ کا Visit کرتا ہے Google ہر دفعہ میرے اکاونٹ سے پیسہ کاٹ لیتا ہے، جبکہ بعض دفعہ کسٹمر کوئی چیز اسٹور سے نہیں خریدتا، اس صورت میں کیا میرے لئے Google کے ساتھ معاملہ کرنا درست ہے؟

(۳)---Google کمپیٹیشن کی وجہ سے پیج کے اوپر ویب سائٹ رکھنے کے زیادہ پیسہ لیتا ہے، اور نیچے رکھنے کے کم۔ کیونکہ کسٹمر زیادہ تر اوپر والے ایڈ استعمال کرتے ہیں ۔تو کیا اُس طرح اوپر پیج پر ویب سائٹ رکھنے کے زیادہ پیسہ لینا اور نیچے رکھنے کے کم پیسہ لینا درست ہے؟

(۴)---مجھے اِس طرح انٹرنیشنل کاروبار کے لئے کریڈٹ کارڈ رکھنا ضروری ہے، وگرنہ اس کے بغیر کاروبار کرنا تقریباً میرے لئے ناممکن ہے، تو کیا اِس مجبوری کی وجہ سے کریڈٹ کارڈ کا استعمال کرنا جائز ہے؟

(۵)---بعض اسٹوروں پر دوسری اشیاء مثلاً کپڑے، جوتے، کاسمیٹک کی اشیاء کے علاوہ شراب بھی فروخت کی جاتی ہے، لیکن میں اپنی ویب سائٹ پر صرف جائز چیزوں کی ایڈورٹائزنگ کرتا ہوں، تو کیا اس صورت میں میرے لئے مذکورہ اسٹور کے ساتھ کام کرنا درست ہے؟

(۶)۔۔۔ کپڑوں کی تشہیر میں ایک مسئلہ میرے ساتھ یہ پیش آرہا ہے کہ بعض دفعہ کپڑے فحش وعریاں ہوتے ہیں، ان کپڑوں کی تشہیر بھی مجھے کرنی پڑتی ہے، تاہم ان کپڑوں کے خریدار اکثر غیر مسلم ہوتے ہیں، تو کیا اس صورت میں ان کپڑوں کی تشہیر کرنا میرے لئے جائز ہے؟

وضاحت: اسٹورز کی Publishing کے سلسلہ میں مزید وضاحت یہ ہے کہ "یہ ضروری نہیں ہے کہ کسٹمر پہلے اسٹور جائے اور وہاں سے کوپن کے تقاضے کے بعد ہماری ویب سائٹ پر آئے بلکہ یہ بھی صورت ہوتی ہے کہ Google پر کسٹمر ہماری ویب سائٹ پر مختلف اسٹورز کے Add بھی چلاتے ہیں، جنہیں کسٹمر کلک کر کے کھول سکتا ہے اور اپنی مطلوبہ اشیاء خرید سکتا ہے۔

اسی طرح ہم اپنی ویب سائٹ پر اسٹورز کے بینرز بھی چلاتے ہیں۔ یہ تمام طریقے اسٹورز کی تشہیر کے ہیں۔ لیکن ہمیں کمیشن Sale پر ہی ملتا ہے، جب ہماری ویب سائٹ کے ذریعہ Sale مکمل ہوجائے گی تو پھر ہمیں کمیشن ملے گا۔ اور Sale پر کمیشن کا طریقہ تو بہت رائج ہورہا ہے۔ یعنی کمپنیاں اپنے Salesmen کو کمیشن اسی وقت دیتی ہیں جب وہ ان کی Products کو سیل کرتا ہے۔

(۲)۔۔۔ فحش کپڑوں کی تشہیر کے سلسلہ میں ایک وضاحت یہ ہے کہ میں صرف Women's fashion کے عنوان سے بھی کپڑوں کی تشہیر کرتا ہوں، کپڑے ظاہر نہیں کرتا کسٹمر کو اگر کپڑے دیکھنا ہوں تو وہ اس اسٹور پر جا کر دیکھ سکتا ہے۔ دونوں طریقوں کے کاموں میں جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: (۱)۔۔۔ آپ نے سوال میں اپنے کاروبار کے طریقہ کی جو تفصیل ذکر کی ہے، اس تفصیل کے مطابق آپ کے لئے اپنی ویب سائٹ پر مختلف اسٹورز کی جائز اور حلال اشیاء کی تشہیر کرنے کی وجہ سے اُن اسٹورز سے کمیشن لینا جائز ہے۔ الدر المختار، (۶:۴۰۲)

(۲)۔۔۔ کسٹمر کے ہر دفعہ آپ کی ویب سائٹ کھولنے پر Google کا آپ سے ایک متعین رقم وصول کرنا درست ہے، کسٹمر اسٹور سے اپنی مطلوبہ چیز خریدے یا نہیں، اس سے مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ Google مذکورہ طریقہ سے اپنی فراہم کردہ خدمت کی فیس وصول کررہا ہے۔ نیز اس طریقہ میں جہالت بھی نہیں ہے، کیونکہ کسٹمر کے ہر دفعہ پر آپ کی ویب سائٹ کھولنے کی فیس معلوم ہے۔ الھدایۃ، (۳:۲۳۱)

(۳)۔۔۔Google کا آپ کی ویب سائٹ کو اپنے صفحہ کے سب سے اوپر رکھنے یا پہلے پیج پر رکھنے کے چارجز زیادہ وصول کرنا درست ہے؛ کیونکہ خدمات کی اجرت طے کرنے میں فریقین (موجر اور مستاجر) کو اختیار ہوتا ہے، بشرطیکہ اس میں جہالت نہ پائی جائے۔اور ہمارے زمانہ میں اخبار وغیرہ میں ایڈ کو صفحہ کے فرنٹ یا منفرد انداز میں Show کرنے کی اجرتوں میں تفاوت کا پایا جانا معروف و معلوم ہے۔الدر المختار (۷۲:۶)

(۴)۔۔۔اگر آپ کی ضرورت ڈیبٹ کارڈ یا چارج کارڈ کے ذریعہ پوری ہوسکتی ہو تو اس صورت میں کریڈٹ کارڈ کا استعمال جائز نہیں، کریڈٹ کارڈ میں سودی معاہدے کی شق شامل ہوتی ہے، البتہ اگر ڈیبٹ کارڈ اور چارج کارڈ کی سہولت میسر نہ ہو تو کریڈٹ کارڈ کو درج ذیل شرائط کے ساتھ استعمال کرنا جائز ہے:

(الف)۔۔۔حامل کارڈ اس بات کا پورا اہتمام کرے کہ وہ معین وقت سے پہلے پہلے ادائیگی کردے اور کسی بھی وقت سود عائد ہونے کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔

(ب)۔۔۔حامل کارڈ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اُسے غیر شرعی امور میں استعمال نہ کرے۔تبویب: (۶۱/۱۶۶۴)

(۵)۔۔۔شراب کی تشہیر سے بچتے ہوئے آپ کا اپنی ویب سائٹ پر مذکورہ اسٹورز کی صرف جائز اشیاء کی تشہیر کرنا درست ہے۔

(۶)۔۔۔مذکورہ سوال کا اصولی جواب یہ ہے کہ جن چیزوں کا فی نفسہ کوئی جائز مصرف موجود ہو تو ایسی چیزوں کی خرید و فروخت، یا اُن کی تشہیر کرنا جائز ہے۔اور اس خرید و فروخت یا تشہیر سے حاصل ہونے والی رقم بھی حلال ہے۔البتہ جن اشیاء، کپڑوں کی تشہیر کی جارہی ہے، اگر اُن کا اکثر استعمال ناجائز امور میں ہوتا ہو، تو چونکہ اس تشہیر میں ایک گونا بُرے کام میں اعانت کا پہلو پایا جارہا ہے، اس لئے ایسے کپڑوں کی تشہیر سے بچنا بہتر ہے اور تشہیر کا دوسرا طریقہ Women's fashion کے عنوان سے تشہیر کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ زیادہ بہتر ہے۔الدر المختار، (۳۹۱:۶)

☆☆☆

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب وروز

تعلیمی سرگرمیاں

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ درس نظامی، بنین وبنات، درجات تخصص اور درجات حفظ وناظرہ میں ششماہی امتحانات کے بعد بروز ہفتہ ۱۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ سے تعلیمی سلسلہ دوبارہ شروع ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ بقیہ تعلیمی سال میں تمام طلبہ وطالبات کو اپنے اوقات کی قدردانی کے ساتھ خوب محنت ودل جمعی سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ رسوخ فی العلم اور اتباع سنت کے اہتمام کی نعمت سے مالامال فرماتے رہیں۔ آمین۔

مدرسہ ابتدائیہ وثانویہ میں کھیلوں کے مقابلے

گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی بروز بدھ وجمعرات ۲۲،۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ (۱۰،۱۱ رجنوری ۲۰۱۸ء) کو ناظم مدرسہ ابتدائیہ وثانویہ حضرت مولانا رشید اشرف نور صاحب، دامت برکاتہم، کی ہدایت پر سالانہ اسپورٹس پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ اس موقع پر طلبہ نے مختلف کھیلوں میں دلچسپی کے ساتھ حصہ لیا۔ اور بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ پروگرام کے آخر میں بہترین کارکردگی دکھانے والے طلبہ کو انعامات سے نوازا گیا۔ اس تقریب تقسیم انعامات میں عمید الدراسات ومعاون خصوصی حضرت رئیس الجامعہ جناب اشرف ملک صاحب کے علاوہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے مختلف اساتذہ نے طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے شرکت فرمائی۔ آخر میں ناظم مدرسہ ابتدائیہ وثانویہ مولانا رشید اشرف نور صاحب دامت برکاتہم نے مہمانان گرامی کی تشریف آوری پر کلمات تشکر ادا کئے۔ اور دعا کے ساتھ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مدرسہ ابتدائیہ وثانویہ کی ان ہم نصابی سرگرمیوں کو نصابی سرگرمیوں کے لئے معاون ومددگار بنا کر مفید اور نافع فرمائے اور شرکاء انتظام کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

اسفار حضرت نائب رئیس الجامعہ، مدظلہم

۸ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ / ۲۶ ردسمبر ۲۰۱۷ء: نائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، دامت برکاتہم، آج کراچی سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے جہاں آپ نے عمرہ ادا کیا، اور

المجلس الشرعی کے چارروزہ اجلاس کی صدارت فرمائی۔

۲رجمادی الاولی ۱۴۳۹ھ / ۲۰رجنوری ۲۰۱۸ء: نائب رئیس الجامعہ، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، دامت برکاتہم، مدینہ منورہ تشریف لے گئے، جہاں آپ نے چودہ روز قیام کیا، اس قیام کے دوران کلیۃ المسجد النبوی (علی صاحبہ السلام) کے اساتذہ کی فرمائش پر چار دن مغرب کے بعد اپنی کتاب "اصول الافتاء وآدابہ" کے مختلف حصوں کا درس دیا۔ نیز جامعہ طیبہ میں چھ ماہ سے جاری "المعاییر الشرعیہ" کے درس کے اختتام پر وہاں کے اساتذہ کی فرمائش پر ان سے خطاب فرمایا۔ نیز امام حرم حضرت شیخ علی الحذیفی، حضرت حسین آل الشیخ شیخ احمد طالب سے الگ الگ ائمہ کرام کے کمرے میں ملاقاتیں فرمائیں، اور اپنی عربی تالیفات کا ہدیہ انہیں پیش فرمایا۔ اسی قیام کے دوران مجلس الخدمات المصرفیہ الاسلامیہ کی ھیئۃ الرقابۃ الشرعیۃ کے اجلاس میں بھی شرکت فرمائی۔

دعائے مغفرت

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ حفظ وناظرہ نانک واڑہ شاخ کے قدیم بزرگ استاد جناب قاری ریاض احمد صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی اہلیہ محترمہ مختصر علالت کے بعد بروز ہفتہ ۲۳رجمادی الاولی ۱۴۳۹ھ کی صبح رحلت فرماگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاد مولانا کوثر علی صاحب، حفظہ اللہ، کے برادرِ بزرگ جناب لیاقت علی صاحب ۲/۳/ ۱۴۳۹ھ کو انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

احقر کے ایک قریبی عزیز جناب شاہد اشفاق صاحب طویل علالت کے بعد گذشتہ دنوں انتقال فرماگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت کاملہ فرمائیں، درجات عالیہ سے نوازیں اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور فلاح دارین عطا فرمائیں۔ آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆☆

نقد و تبصرہ

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

تبصرہ نگار کا مؤلف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

نام کتاب .... میرے اکابرؒ

نام مصنف .... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ

نام مرتب .... مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ صاحب مدظلہ

ضخامت .... ۲۶۹ صفحات، عمدہ طباعت۔ قیمت:=/۲۵۰ روپے

ناشر .... مکتبہ رشیدیہ بالمقابل مقدس مسجد، اردو بازار کراچی

قطب العارفین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب، قدس اللہ سرہ، محدث عظیم حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، رحمۃ اللہ علیہ، ایسی عظیم شخصیات تھیں کہ ان کی مدح میں کچھ لکھنا ہمارے بس کی بات نہیں، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ، نے تینوں حضرات کے بارے میں اپنے تأثرات تحریر فرمائے تھے جو "یادِ یاراں"، "ذکرِ محمود" اور "خوانِ خلیل" کے نام سے شائع ہوئے تھے، ان رسائل میں حضرت تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ، نے اختصار اور جامعیت کے ساتھ ان حضرات کے اوصاف وکمالات وخدمات پر جچے تلے انداز میں گفتگو فرمائی تھی۔

یہ رسائل عرصہ ہوا نایاب ہوگئے تھے، حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی، رحمۃ اللہ علیہ، نے حج کے ایک سفر میں مولانا اعجاز مصطفیٰ صاحب سے مذکورہ رسائل ازسرِنو شائع کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ ان کی جدید طباعت سے علماء وطلبہ کو بہت فائدہ ہوگا۔

چنانچہ مولانا موصوف نے تینوں رسائل تلاش کر کے یکجا شکل میں زیرِ نظر مجموعے میں شامل کردئے ہیں،

نیز حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، رحمۃ اللہ علیہ، کا تحریر فرمودہ رسالہ "وصل الحبیب" بھی شامل کردیا گیا ہے جس میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، رحمۃ اللہ علیہ، کی زندگی کے آخری لمحات اور ان کی نماز جنازہ کا آنکھوں دیکھا حال لکھا گیا ہے، حضرت تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ، کا ایک رسالہ "گنجِ بے رنج" جس میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، رحمۃ اللہ علیہ، کی خدمت میں حاضری کا تذکرہ ہے، بھی شامل کتاب ہے "خوان خلیل" پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کا حاشیہ اور آخر میں مختصراً حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بھی اس مجموعہ کا حصہ ہیں۔

اس خدمت پر جناب مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ صاحب اور مولانا تنویر احمد شریفی صاحب مبارکباد اور شکریہ کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور تمام علماء وطلبہ کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... ایمان افروز بیانات

بیانات .... حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب، رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتخریج .... مولانا محمد سعد صاحب

ضخامت .... ۲۸۷ صفحات، مناسب طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر .... مکتبۃ الامداد، جامع مسجد امداد، ملتان روڈ، کبیر والا۔ ضلع خانیوال

حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا کے شیخ الحدیث، بزرگوں کے صحبت یافتہ اور ان کے منظور نظر تھے۔ ۲۸ سال تک دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا میں اور اس سے پہلے چار سال تک جامعہ دارالعلوم کراچی میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

۱۶ر سال تک دارالعلوم کبیر والا میں صحیح بخاری پڑھاتے رہے، ۱۲ر رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ کو وفات ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مفتی صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کو اللہ تعالیٰ نے اصلاحِ خلق کے جذبے سے سرشار فرمایا تھا۔ اس لئے سکھر اور کبیر والا کے گردونواح میں آپ کے اصلاحی بیانات سے سامعین کو بہت فائدہ پہنچا۔

ان بیانات کو کیسٹ کی مدد سے نقل کرکے کتابی شکل میں شائع کرنے کی ضرورت تھی تاکہ ان کا فائدہ عام

اور نفع تام ہو، الحمد للہ حضرت کے لائق صاجزادے جناب مولانا محمد سعد صاحب مدظلہ نے یہ سلسلہ شروع کردیا ہے جس کی پہلی جلد اس وقت ہمارے سامنے ہے اس میں درج ذیل عنوانات پر مواعظ موجود ہیں:

ایمان کی قدر و قیمت۔ نماز کی فضیلت و اہمیت۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، محرم الحرام کے فضائل واحکام۔ ماہ صفر اور جاہلانہ خیالات و رسومات۔ دل صاف رکھئے۔ جنت کے حسین نظارے۔

ان تمام موضوعات سے متعلق عمدہ معلومات عام فہم انداز میں بیان کی گئی ہیں، حاشیے میں تخریج کا اہتمام بھی کیا گیا ہے، ہماری رائے میں علماء کرام وطلبہ کے علاوہ عام مسلمانوں کے لئے بھی ان اصلاحی مواعظ کا مطالعہ ان شاء اللہ بہت مفید ہوگا۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... اشاعت خاص ماہنامہ "الحقانیہ" ساہیوال سرگودھا

نام مدیر اعلیٰ .... مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب مدظلہم

ضخامت .... ۹۶ صفحات، عمدہ طباعت۔ قیمت: ۴۰ روپے

ناشر .... جامعہ حقانیہ ساہیوال۔ سرگودھا

مجلس صیانۃ المسلمین خالصۃً دینی جماعت ہے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، قدس سرہ، نے ۱۳۴۹ھ (۱۹۳۰ء) میں اکابر علماء کرام کے مشورہ سے اس کی بنیاد رکھی تھی، قیام پاکستان کے بعد حضرت مولانا شاہ جلیل احمد شیروانی، رحمۃ اللہ علیہ، نے اس کی نشاۃ ثانیہ فرمائی تھی۔ شروع سے اب تک حضرات مشائخ کی سرپرستی مجلس کو حاصل رہی ہے۔ حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی، رحمۃ اللہ علیہ، کا بھی ہمیشہ مجلس صیانۃ المسلمین سے تعلق رہا، آپ نے کئی مقالات ومضامین اور مفید رسائل بھی مختلف موضوعات پر مجلس کی طرف سے تحریر فرمائے۔

اکتوبر ۲۰۱۷ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں مجلس کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا تو ماہنامہ الحقانیہ ساہیوال سرگودھا کے مدیر اعلیٰ جناب مولانا مفتی سید عبدالقدوس صاحب ترمذی مدظلہم نے مناسب سمجھا کہ "الحقانیہ" کا خصوصی نمبر اس حوالے سے شائع کیا جائے جس میں حضرت مفتی صاحبؒ کے بعض مضامین شامل کئے جائیں تاکہ ان کا فائدہ عام ہو۔ "الحقانیہ" کی یہ خصوصی اشاعت اسی غرض کے پیش نظر منظر عام پر آئی ہے، امید ہے کہ صاحبانِ ذوق اس سے مستفید ہوں گے۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... سفرنامہ

نام مصنف .... ڈاکٹر عبدالشکور عظیم صاحب

ضخامت .... ۱۹۔ صفحات، مناسب طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر .... محمد ہیلتھ کیئر سینٹر، جی ٹی روڈ سنانواں، کوٹ ادو، ضلع مظفر گڑھ

قاری محمد عبید اللہ ساجد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، مدرسہ احیاء السنۃ فاروکہ، ضلع سرگودھا کے مہتمم اور متعدد بزرگوں کے صحبت یافتہ اور مجاز تھے، کچھ عرصہ پہلے انتقال ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قاری صاحب مرحوم جناب ڈاکٹر عبدالشکور عظیم صاحب کے پاس کوٹ ادو تشریف لائے تھے اور پھر دونوں نے وہاں سے ڈیرہ غازی خان کا سفر کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے یہ پورا سفرنامہ بڑی عقیدت ومحبت کے ساتھ مذکورہ کتابچے میں تحریر فرمادیا ہے، جس میں بہت سی اصلاحی اور لائق تقلید باتیں درج فرمائی ہیں، قارئین مطالعہ کرکے امید ہے کہ، ان شاء اللہ، قلبی مسرت محسوس کریں گے۔ (ابو معاذ)

نام کتاب .... اولاد کی تربیت کے راہنما اصول

نام مصنف .... جناب اعجاز عثمان صاحب

ضخامت .... ۱۰۲ صفحات، عمدہ طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر .... مکتبہ فیض ربانی، پرفیوم چوک، گلستان جوہر، کراچی

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے"۔ (التحریم: ۱۷)

حضرات فقہاء کرام نے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال وحرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کے لئے کوشش کرے۔ (معارف القرآن)

اس پر تو تمام والدین متفق ہیں کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ اولاد کی تربیت بھی بہت ضروری ہے، کیونکہ علم پر جب تک عمل نہ ہو اس وقت تک اس کے حقیقی ثمرات سامنے نہیں آتے، البتہ بعض اوقات غفلت، مصروفیت اور

دیگر عوارض کی وجہ سے والدین اپنے بچوں پر کما حقہ صحیح توجہ نہیں دے پاتے۔

زیر نظر کتاب میں انہی امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اولاد کی تربیت کن خطوط پر کی جائے اور اس کے لئے کیا طرز عمل اختیار کیا جائے، یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مسلمان بچوں کی تربیت کبھی غیر مسلموں کے طرز پر نہیں ہو سکتی بلکہ اسلامی طرز پر ہی ہو سکتی ہے کیونکہ مسلم اور غیر مسلم کی تعلیم و تربیت کے طریقوں میں بڑا فرق ہے جس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

امید ہے کہ مذکورہ کتاب تمام فکر مند والدین کے لئے بہترین معاون ثابت ہوگی۔ (ابو معاذ)

☆☆☆